تینالی رمن کی کہانیاں

سی. ایل. ایل جیاپردا

CHILDREN'S BOOK TRUST NEW DELHI

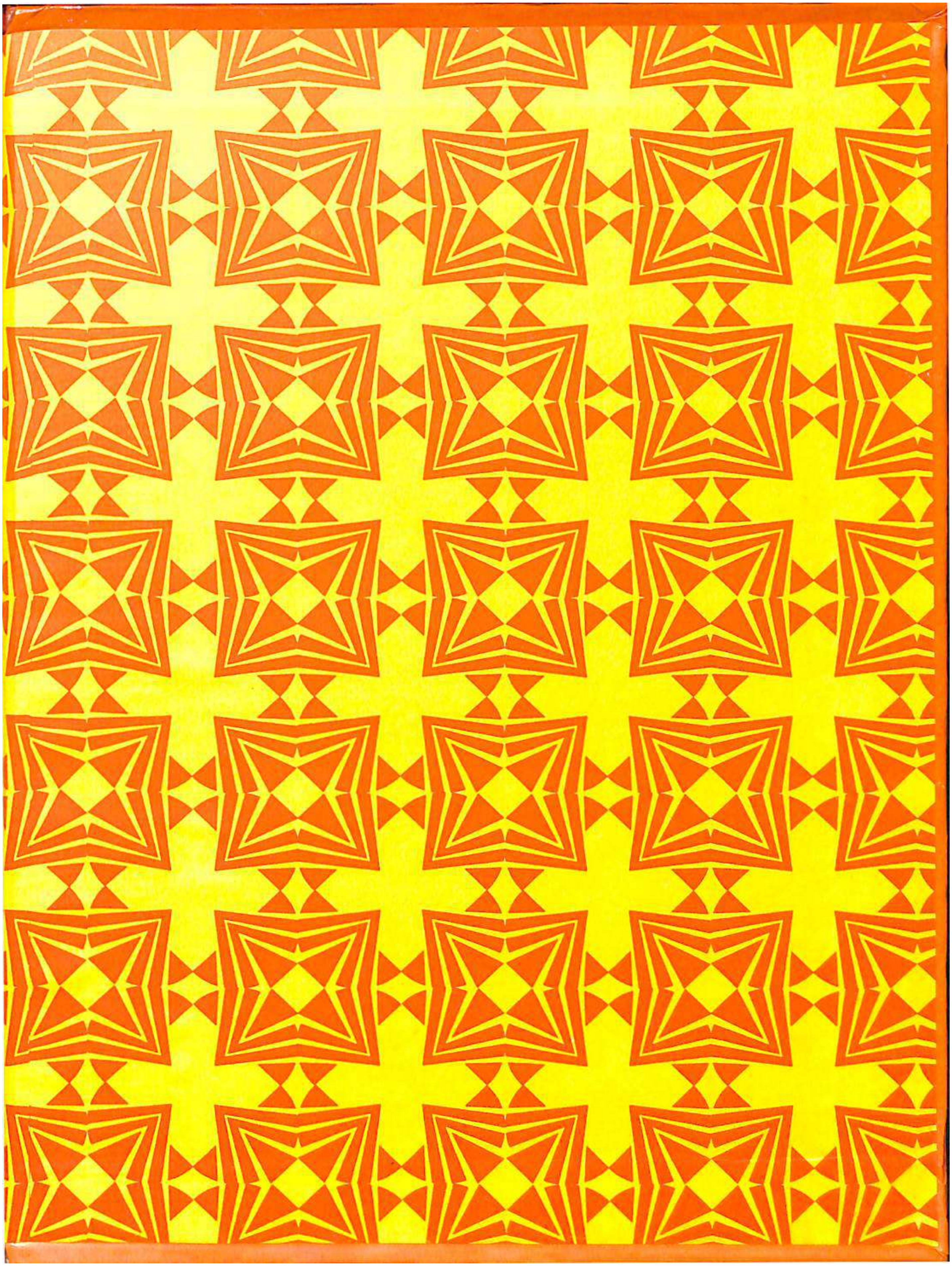

تینالی رمن کی کہانیاں

مصنف : سی. ایل. ایل جیاپردا

مصور : پرتھویشور گاین

مترجم : نامی انصاری

چلڈرن بک ٹرسٹ ☆ قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان ☆ بچوں کا ادبی ٹرسٹ

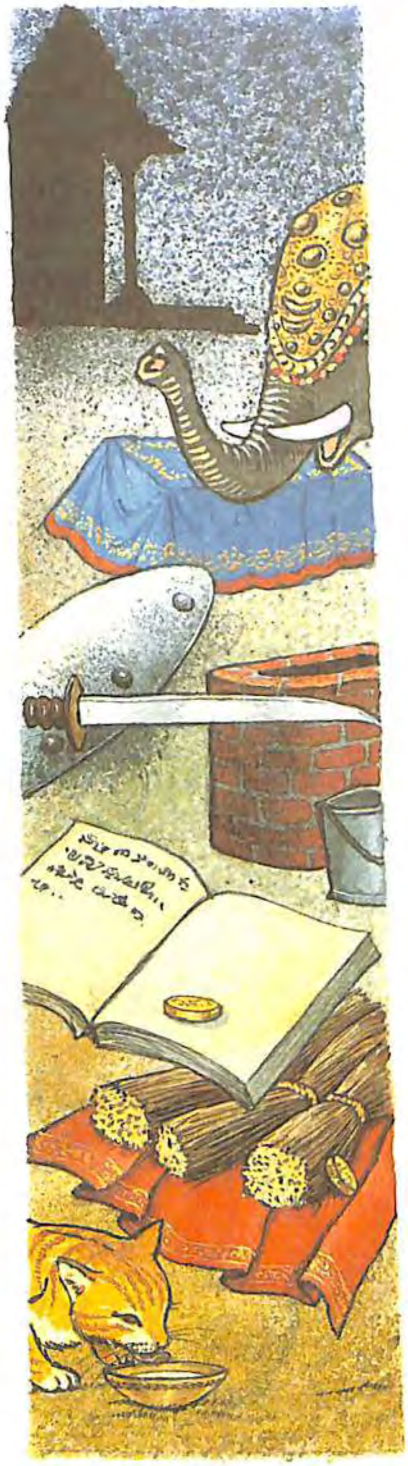

فہرست

پیدائش اور بچپن	5
کرشنا دیورایا کا دربار	11
بادشاہ کے لیے مہابھارت	14
حفاظت	18
سونے کے آم	21
پانچ ہزار دینار	24
رَمَن سے بھی زیادہ ہوشیار	27
تِلا گشتا مہیشا بندھنم	30
گڑھے سے باہر	33

ساہسر اگھنٹا شاعر کی شکست	38
پنڈت ڈر گیا	41
چور، باغباں نکلے	44
پرتیا کشار امائن	47
رانی مصیبت میں	50
بالو کھانا	53
ایک گھوڑا جو بال کھاتا ہے	55
جھاڑیوں میں ایک بھلا آدمی	60
جیسے کو تیسا	62
اور زیادہ کی مانگ	65
سونے کا انڈا	69

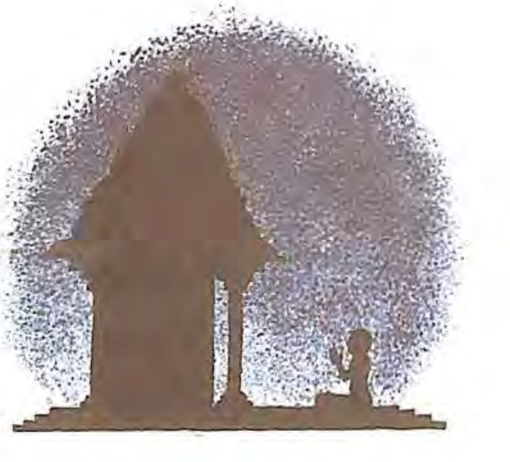

پیدائش اور بچپن

تینالی رَمَن کا پورا نام تینالی راما کرشنا تھا اور وہ سولہویں صدی میں، وجے نگر اسٹیٹ کے راجا شری کرشنا دیورایا کے دربار کا ایک مشہور شاعر تھا۔ تینالی رَمَن گرلا پاڈو گاؤں میں پیدا ہوا تھا اور اپنے ماں باپ کا اکلوتا لڑکا تھا۔

تینالی رمن کے والد، اس کے بچپن ہی میں چل بسے تھے، اس لیے اس کے ماموں جو تینالی کے رہنے والے تھے۔ اس کو اور اس کی ماں کو اپنے ساتھ تینالی لے گئے اور ان کی دیکھ بھال کرنے لگے۔ ماموں نے تینالی کے راما لِنگے سورا نام کے ایک بڑے مندر کے دیوتا کے نام پر اس کا نام رکھا۔

کچھ برسوں کے بعد تینالی رمن کو اسکول میں داخل کروا دیا گیا اور اسے وہاں کے ایک استاد کی نگرانی میں دے دیا گیا۔ اس کی دُکھیا ماں، اپنے اکلوتے بیٹے کی بڑی ناز برداری کرتی تھی۔ اس نے تینالی رمن کے اسکول جانے پر اصرار نہیں کیا کیوں کہ وہ اس کی جدائی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ تینالی رمن بہت جلد خراب صحبت میں پڑ گیا اور اپنا سارا وقت اِدھر اُدھر گھومنے اور کھیلنے میں صرف کرنے لگا۔ اس کو پڑھنے لکھنے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

اپنے ماموں کی ساری کوششوں کے باوجود، تینالی رمن نے اسکول جانے سے انکار کر دیا۔ ماموں نے اس پر سختی کی تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تینالی رمن نے گھر ہی چھوڑ دیا اور کسی ٹوٹے پھوٹے ویران مندر یا کسی دوسری بیکار پڑی عمارت میں سونے لگا۔ اس کی ماں اس بات سے بہت غم گین تھی کہ اس کا اکلوتا لڑکا اس کے کنٹرول سے باہر ہو گیا ہے اور کھانے اور سونے کی ضرورتوں کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔

ایک دن ایک جوگی اس راستے سے گزر رہا تھا تو اس نے تینالی رمن کو آوارہ لڑکوں کی صحبت میں دیکھا۔ اس نے تینالی رمن کو اپنے پاس بلا کر اس کے گاؤں اور ماں باپ کے بارے میں پوچھا اور کہا ''تم ایک برہمن

لڑکے ہو اور تمھیں یہ زیب نہیں دیتا کہ دن رات آوارہ گردی کرتے رہو، اور پڑھائی لکھائی سے بالکل آزاد ہو جاؤ۔ اگر تم پڑھو گے نہیں تو آگے چل کر تم کو بہت دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ تمہارا مرجھایا ہوا چہرہ اور پھٹے پرانے کپڑے بتا رہے ہیں کہ تم پہلے ہی سے تکلیف میں ہو"۔ میرے بیٹے! میری بات غور سے سنو۔ میں تم کو ایک منتر بتاؤں گا جس کو پڑھنے سے تم ایک بڑے عالم بن جاؤ گے اور نام اور شہرت حاصل کرو گے"۔ جوگی کی باتوں نے تینالی رمن پر کافی اثر کیا۔ اس نے کہا "سوامی میں وہی کروں گا جو آپ کہیں گے۔ آپ مجھے منتر بتا دیں۔"

جوگی اس کو لے کر ایک غار میں گیا اور کہا کہ سب سے پہلے قریب کے تالاب میں غسل کر کے میرے پاس آؤ۔ تینالی نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد جوگی نے اس کو ایک منتر بتایا جس کے پڑھنے سے ماں کالی راضی ہو جائے گی۔ جوگی نے کہا۔ "میرے بیٹے اب تم گاؤں لوٹ جاؤ اور کالی مندر میں بیٹھ کر ماں کالی کی سچے دل سے عبادت کرو۔ وہ تمھارے اوپر اپنے رحم کی بارش کرے گی۔

اچھا اب تم جاؤ۔ ماں کالی تم کو آشیرواد دے۔"

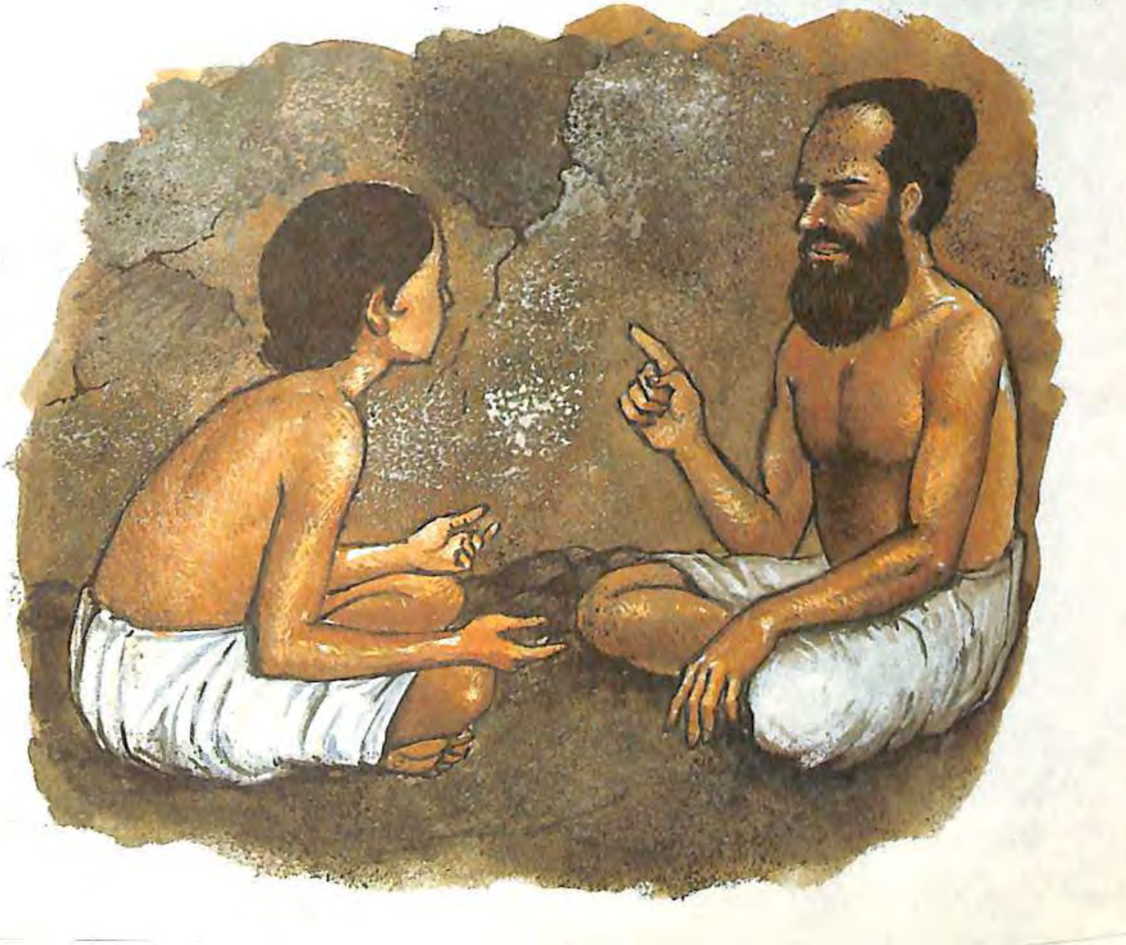

اس رات تینالی رمن کالی مندر میں جا کر مورتی کے سامنے پالتی مار کر بیٹھ گیا اور جوگی کے بتائے ہوئے منتر کو بڑی عقیدت سے پڑھنے لگا۔ کافی دیر کے بعد ماں کالی، اس کی سچی عبادت سے خوش ہو کر اس کے سامنے ظاہر ہو گئی۔ دیوی کا ایسا خوفناک چہرہ تینالی رمن نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس لیے پتا نہیں کیوں اس پر ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔ وہ اپنے چھپے ہوئے شک کو دبا نہیں سکا۔ دیوی کو غصّہ آ گیا۔ اس نے کہا۔ ''تم بیوقوف ہو۔ لوگ مجھے دیکھ کر خوف سے کانپنے لگتے ہیں۔ تم کو ہنسی کیوں آئی؟'' تینالی رمن کھڑا ہو گیا اور دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا۔ ''ماں! مجھے ہنسنے کے لیے معاف کر دو۔ میں آپ کا بھگت ہوں لیکن میں گنوار اور جاہل ہوں۔ جب میں نے آپ کا سراپا دیکھا تو میں کسی بات پر بے قابو ہو گیا۔ اپنی ہنسی کو دبانے کی کوشش کی تو وہ اور زور سے نکل پڑی۔'' اس کے جواب سے کسی قدر مطمئن ہو کر دیوی نے پوچھا کہ اس کا شک کیا تھا؟ ''ماں! میرا تو بس پاس ایک ہی سر ہے۔ جب میں نزلہ زکام میں گھر جاتا ہوں تو دونوں ہاتھوں سے ناک کی رطوبت نکالتے نکالتے میرے ہاتھ دُکھ جاتے ہیں۔ یہ سوچتے ہوئے کہ اگر آپ اس حالت میں آ جائیں تو اپنے ہزار ہاتھ اور ہزار ناک سے کس طرح نپٹیں گی۔ میں زور سے ہنس پڑا''۔ تینالی رمن نے دیوی سے بتایا۔

اس کا یہ معصوم جواب سن کر، دیوی دل ہی دل میں مسکرائی اور اس کی مدد کرنے کے خیال سے، دیوی نے ایک پیالہ اپنے داہنے ہاتھ میں اور ایک پیالہ اپنے بائیں ہاتھ میں ظاہر کر دیا اور تینالی رمن سے کہا ''بیٹا! دونوں پیالوں کو دیکھ لو۔ ایک سونے کا اور دوسرا چاندی کا ہے۔ سونے کے پیالے میں دودھ ہے اور چاندی کے پیالے میں دہی ہے۔ اگر تم دہی پی لو گے تو تم بہت پڑھ لکھ جاؤ گے اور اگر دودھ پی لو گے تب تم دولت مند بن جاؤ گے۔ تم دونوں میں سے ایک چن لو اور جو تم چنو گے، وہ تم کو دے دیا جائے گا۔''

''ماں! میں کیسے چن سکتا ہوں جب کہ دونوں پیالے آپ نے اپنے ہاتھوں میں رکھے ہیں؟ اگر آپ ان دونوں پیالوں کو مجھے دے دیں تو میں چکھ کر جان لوں گا کہ ان میں کون سی چیز زیادہ مزے دار ہے۔ مہربانی کر کے مجھے دونوں پیالے دے دیجیے۔'' تینالی رمن نے کہا۔

دیوی نے دونوں پیالے تینالی رمن کے ہاتھوں میں دے دیے۔ اس نے غور سے دونوں پیالوں پر نظر ڈالی اور پھر ایک سیکنڈ میں بڑے بڑے گھونٹ لے کر دونوں پیالوں کی چیزوں کو ایک ساتھ پی گیا۔ اس کے بعد دیوی کے سامنے جھک کر پشیمانی سے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا ''دنیا کی ماں! دونوں پیالوں میں بھرا ہوا دودھ اور دہی بہت ہی مزیدار تھا، اسی لیے میں نے سب پی لیا۔ آپ میرے اوپر خفا نہ ہوں اور مجھے معاف کر دیں''۔ اس کے علاوہ، آدمی کو دولت اور علم، دونوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر کوئی آدمی دولت مند ہے لیکن

اس کے پاس علم نہیں ہے، تو سماج میں اس کی عزت نہیں ہوتی۔ اگر کسی کے پاس علم ہے لیکن وہ غریب ہے، تو وہ ایک اچھی زندگی نہیں جی سکتا۔ چوں کہ مجھے علم اور دولت دونوں کی ضرورت تھی، اس لیے میں نے دہی اور دودھ دونوں پی لیا۔ میں اس کے لیے آپ سے معافی مانگتا ہوں ماں!''

کالی ماں اگر چہ بہت غصے میں تھی لیکن تینالی رمن کے الفاظ نے اس کے اندر رحم کا جذبہ پیدا کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی ماں نے محسوس کیا کہ جو لوگ اپنی حد پار کر جاتے ہیں، ان کو معافی نہیں ملنا چاہیے۔ اس نے بد دعا دیتے ہوئے کہا ''تم ایک مسخرے شاعر بن جاؤ گے''۔ کالی ماں کے ان الفاظ سے ڈر کر اس نے کہا۔ ''ماں! میری خطا معاف کر دو اور مجھے غریبی سے بچالو۔'' تینالی رمن کی اس خواہش سے ماں کا دل پسیج گیا۔ اس نے کہا ''تینالی رمن، اگر چہ تم ایک مسخرے شاعر بنے رہو گے لیکن راجا تمہاری عزّت کرے گا اور تم نام اور شہرت دونوں پاؤ گے۔ ڈرو نہیں!'' اتنا کہہ کر دیوی غائب ہو گئی۔ دھیرے دھیرے تینالی رمن کے دل میں ایک درباری شاعر بننے کی آرزو جڑ پکڑنے لگی۔ اس بیچ اس نے منگ اما نام کی لڑکی سے شادی کر لی۔ تینالی رمن اپنی بیوی اور ماں کے ساتھ وجے نگر جانے کا منصوبہ بنانے لگا مگر مشکل یہ تھی کہ وہاں، اس کا جاننے والا ایک شخص بھی نہ تھا۔

کچھ دنوں بعد، کرشنا دیورایا کے دربار کے راج گرو، تا تاچاریہ منگلا گری کی یاترا پر نکلے۔ منگلا گری، تینالی سے بالکل ملا ہوا تھا۔ تینالی رمن کو ان کے بارے میں پتا چلا تو اس نے راج گرو سے ملاقات کی اور اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ راجا سے ملنا چاہتا ہے۔ راج گرو نے تینالی کو جھوٹی امید دلا کر اس سے بڑی خدمت کروائی۔

ایک مرتبہ تینالی رمن نے اپنی لکھی ہوئی کتاب ''لنگا پُران'' کا کچھ حصّہ راج گرو کو پڑھ کر سنایا۔ اس کے مشاہدے کی تیزی اور شاعرانہ صلاحیت کو دیکھ کر راج گرو کو خود اپنے لیے خطرہ پیدا ہو گیا لیکن اس نے اِسے ظاہر نہیں ہونے دیا اور تینالی رمن سے میٹھی میٹھی باتیں کرتا رہا۔

جب راج گرو کے منگلا گری سے رخصت ہونے کا وقت آیا تو اس نے تینالی رمن سے کہا ''جیسے ہی میں وجے نگر پہنچوں گا، راجا سے تمھارے بارے میں کہوں گا اور تم کو دربار میں بلانے کا انتظام کروں گا''۔ اس کے بعد ہی وہ وجے نگر کے لیے روانہ ہو گیا۔

تینالی رمن بڑی بڑی امیدوں کے ساتھ اپنے گاؤں واپس آ گیا۔ سفر کی تیاری کرنے کے بعد وہ دربار سے بُلاوے کا انتظار کرنے لگا تا کہ وہ فوراً روانہ ہو سکے۔ کئی مہینے گزر گئے مگر دربار سے کوئی خبر نہیں آئی۔ لوگ اس

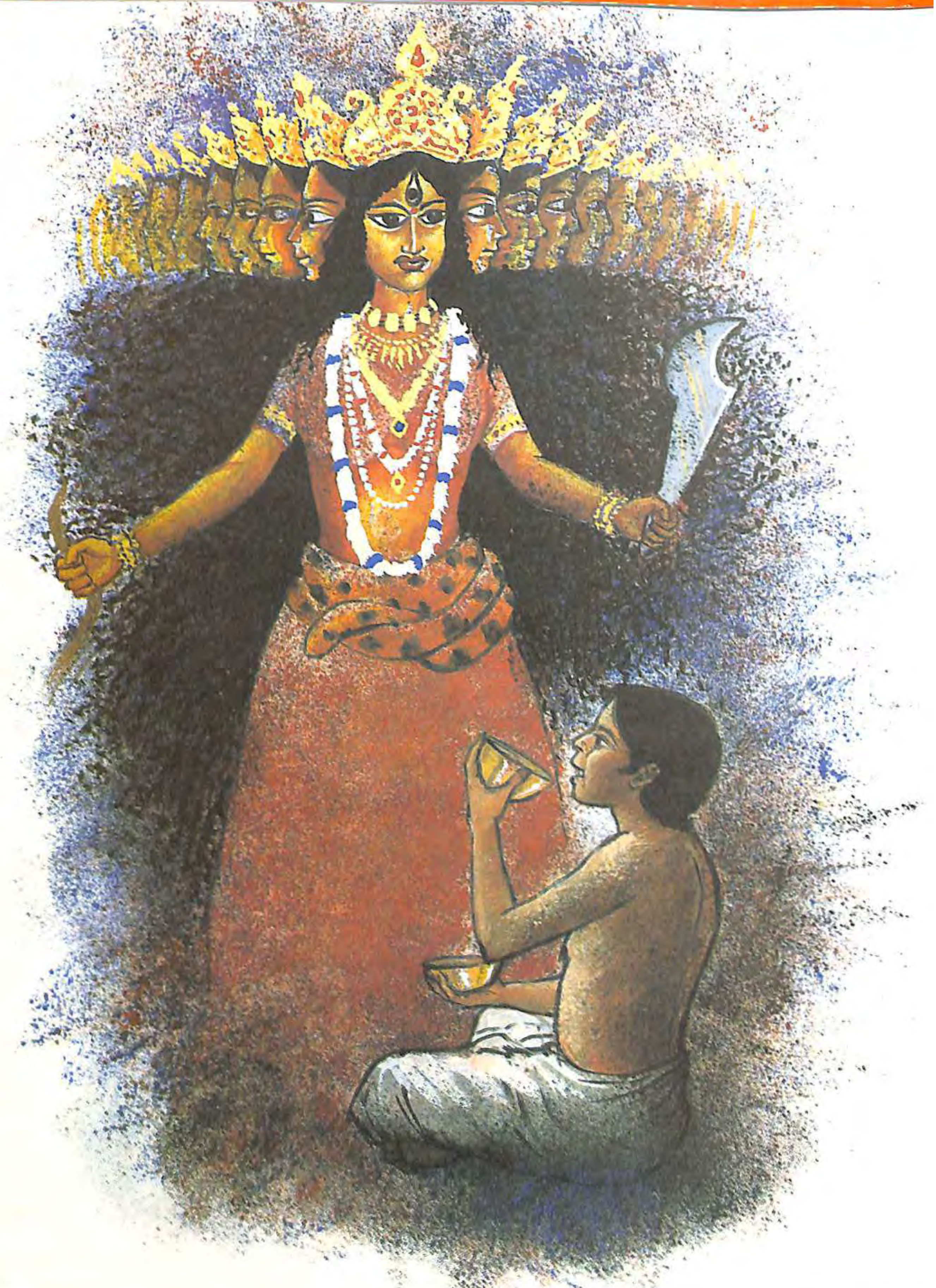

پر ہنسنے اور اس کا مذاق اڑانے لگے۔ تینالی رمن بہت دکھی تھا اور اس نے تا تا چاریہ سے اپنی امیدوں کو ختم کر دیا تھا۔ اب اس نے طے کیا کہ اپنے دم پر وجے نگر جائے گا۔ اس نے اپنی تمام امیدیں اب ماں کالی کے آشیرواد سے باندھ لی تھیں۔

اس دوران اس کے یہاں ایک لڑکا بھی پیدا ہو گیا۔ تینالی رمن نے گُرلا پاڈو میں اپنا آبائی مکان بیچ دیا تا کہ سفر خرچ پورا ہو سکے اور وہ اپنی بیوی، بچے اور ماں کو لے کر وجے نگر کے لیے روانہ ہو گیا۔ راستے میں اس نے ہر ایک سے یہی بتایا کہ وہ راج گرو تا تا چاریہ سے ملنے جا رہا ہے۔ یہ جان کر ہر ایک نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو ہر طرح کا آرام پہنچایا۔

کرشنا دیورایا کا دربار

چار مہینے کے لمبے سفر کے بعد آخر کار تینالی رمن وجے نگر پہنچ گیا۔ اس وقت شہر میں دسہرے کا تیوہار بڑی دھوم دھام سے منایا جا رہا تھا۔ تینالی رمن، بڑے بڑے سجائے ہاتھیوں کا شاندار جلوس وجے نگر کی سڑکوں پر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے جلوس میں شاندار گھوڑوں کا رتھ اور چمکیلے کپڑوں میں ملبوس حسین عورتوں کا نظارہ بھی دیکھا۔

تینالی رمن راج گرو کے مکان کی تلاش میں چل پڑا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو اس نے لوگوں کا ایک ہجوم دیکھا جو مکان کے گیٹ کے باہر راج گرو کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے تاتاچاریہ کے پاس پیغام بھیجا کہ تینالی سے آیا ہوا ایک برہمن شاعر دروازے پر اس کا انتظار کر رہا ہے۔ اس پر راج گرو نے کہا کہ وہ اس نام کے کسی آدمی کو نہیں جانتا ہے۔ تنیالی رمن نے ہمت سے کام لیا اور مکان میں داخل ہو کر راج گرو کے سامنے پہنچ گیا۔ اس کو سلام کرنے کے بعد تینالی رمن نے کہا۔ ''شریمان! میں منگلاگری میں آپ سے ملا تھا اور آپ سے ایک درخواست کی تھی۔ کیا آپ بھول گئے''۔

تاتاچاریہ نے جواب دیا کہ ہاں یہ معاملہ میرے دماغ سے نکل گیا تھا اور اس وقت حالات بھی ایسے نہیں تھے کہ یہ معاملہ اٹھایا جاتا۔ اس نے تینالی رمن سے واپس جانے کے لیے کہا۔

نوجوان شاعر نے محسوس کیا کہ راج گرو نے اس کو دھوکا دیا ہے۔ اس نے ہمت باندھی اور طے کیا کہ وہ راجا سے براہ راست ملنے کا راستہ تلاش کرے گا۔ اس نے یہ بھی طے کیا کہ وہ راج گرو کو اس دھوکا دہی کا مزہ چکھائے گا۔ اس نے دربار میں پہنچنے کا راستہ ڈھونڈھ لیا۔ دربار، اس وقت پیڈانا جیسے شاعروں، موسیقی کاروں، پنڈتوں، وزیروں اور وفادار راجاؤں سے بھرا ہوا تھا۔

ایک پنڈت، دربار میں کھڑا ہو گیا اور زور زور سے کہنے لگا۔ ''یہ دنیا مایا ہے۔ اس دنیا میں کوئی بھی چیز مستقل نہیں ہے۔ یہ کہنا بھی غلط ہے کہ ہمارے حواس، حقیقت کا تجربہ کر سکتے ہیں۔ سارے تجربات، جیسے خوشبو، مزہ وغیرہ صرف آدمی کے دماغ کی پیداوار ہیں اور باہر کی دنیا میں ان کا کوئی وجود نہیں ہے۔ یہ سب محض مایا

جال ہے۔ پنڈت نے اپنا بیان ختم کرتے ہوئے کہا۔

پنڈت کے لیکچر کو دربار میں موجود سارے لوگ بہت غور سے سن رہے تھے۔ اچانک تینالی رمن کھڑا ہو گیا اور پنڈت سے پوچھا، شریمان! آپ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جو ہم تجربہ کرتے ہیں اور جو ہم سوچتے ہیں، ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ہے نا یہی بات؟'' پنڈت نے اپنا سر ہلا کر ہاں کہا اور بولا ''کوئی فرق نہیں ہے''۔

اب تینالی رمن نے دربار میں موجود لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''دربار کے بزرگ اور دانشمند لوگو! ہم آسانی سے ثابت کر سکتے ہیں کہ اس پنڈت کے الفاظ کہاں تک ٹھیک ہیں! آج دوپہر کے بعد راجا نے برہمنوں کے لیے جس دعوت کا انتظام کیا ہے۔ اس میں ہم لوگ جی بھر کر کھانا کھائیں گے۔ پنڈت جی اس دعوت سے الگ رہ سکتے ہیں اور یہ سوچ سکتے ہیں کہ ان کا پیٹ خوب بھر گیا ہے۔ کیوں کہ دعوت میں کھانا کھانے یا ایسا سوچ لینے میں کہ پیٹ خوب بھر گیا ہے، کوئی فرق نہیں ہے''۔ یہ سن کر تمام درباری زور سے ہنس پڑے۔ پنڈت جی کو جب اس کا کوئی جواب نہیں سوجھا تو وہ سر جھکا کر خاموش ہو گئے۔

کرشنا دیورایا، تینالی رمن کے اس برجستہ جواب اور ذہانت سے بہت خوش ہوا۔ اس نے نوجوان شاعر کو بہت سے تحفے اور نقد انعام سے نوازا۔ اس نے تینالی رمن سے اس کے حالات معلوم کیے اور اس کو اجازت دے دی کہ وہ دربار میں ہونے والے ادبی جلسوں میں شریک ہو سکتا ہے۔

تاتاچاریہ نے راجا کی اس بات کو پسند نہیں کیا کہ تینالی رمن کی عزّت افزائی ہو اور دربار میں شامل ہونے کا اس کا راستہ صاف ہو جائے۔ مگر وہ اس معاملے میں کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا، اس لیے خاموش ہی رہا۔

تینالی رمن نے گھر واپس جانے سے پہلے، بہت ادب کے ساتھ، پیڈّانا اور دوسرے شاعروں اور تاتاچاریہ کو سلام کیا، لیکن یہ سلام تاتاچاریہ کے دل میں تیر کی طرح لگ گیا۔ دوسری طرف، نوجوان شاعر کی صلاحیت اور ادبی بحثوں میں اس کی ذہانت کو دیکھ کر، شاعر پیڈّانا نے راجا سے سفارش کر کے اس کو مستقل طور سے درباری کا شاعر بنوا دیا۔ اس طرح تینالی رمن، ان آٹھ شاعروں میں سے ایک شاعر بن گیا جن کو راجا کے دربار کا ''اَشٹ دِگج'' کہا جاتا تھا۔ اشٹ دگج کا مطلب وہ آٹھ ہاتھی ہیں جو دنیا کے آٹھ کونوں کو سنبھالے ہوئے ہیں۔

بادشاہ کے لیے مہابھارت

اُن دنوں میں ہندوراجاؤں اور مسلمان بادشاہوں کے آپسی تنازعے بعض اوقات بہت خطرناک ہو جاتے تھے۔ اس کے نتیجے میں دونوں کے درمیان اکثر جنگیں ہوتی رہتی تھیں۔ دہلی کا مسلم بادشاہ بہت دنوں سے وجے نگر کی خوشحال ریاست پر نظر رکھے ہوئے تھا اور کسی موقع کی تلاش میں تھا۔ یہ جان کر کہ کرشنا دیورایا اپنا سارا وقت یا تو ادبی بحثوں میں صرف کرتا ہے یا مجسمہ سازوں اور معماروں کی عزّت افزائی میں گزارتا ہے اور اپنی سلطنت کے انتظام اور فوج کی طرف زیادہ توجہ نہیں دیتا۔ اس نے وجے نگر پر ایک بڑی فوج کے ساتھ حملہ کر دیا۔

کرشنا دیورایا اس اچانک جنگ کے لیے تیار نہیں تھا۔ یہ جان کر کہ اس کے لیے بادشاہ کی زبردست فوج کو جنگ کے میدان میں شکست دینا تقریباً ناممکن ہے، اس نے اپنے وزیروں سے مشورہ کیا اور اس کے بعد فوراً ایک ایلچی کو صلح کا پیغام لے کر بادشاہ کے پاس دوڑا دیا۔

دہلی کا بادشاہ، وجے نگر سے صلح کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ پھر بھی اس نے راجا کے ایلچی سے یہ پیغام کہلوایا۔ ''یہ میرا فرض ہے کہ میں صلح کے لیے تیار ہو جاؤں جس کے لیے آپ جیسا عظیم راجا مجھ سے درخواست کر رہا ہے''۔

اگر آپ ''مہابھارت'' کو ایک ہفتے کے اندر دوبارہ لکھوا دیں، جس میں مجھے اس رزمیہ کا ہیرو بنایا گیا ہو اور اس کتاب کا میرے نام انتساب کیا گیا ہو تو میں یہ کتاب لے لوں گا اور صلح نامہ پر دستخط کر کے خوشی خوشی دہلی واپس لوٹ جاؤں گا۔ اس درمیان میں یہاں انتظار کروں گا اور میری پوری فوج دریا کے اس پار تعینات رہے گی۔

کرشنا دیورایا خود ایک شاعر تھا اور اس مسئلے کی دشواری سے واقف تھا۔ مہابھارت ایک بہت لمبی رزمیہ نظم ہے جس میں اٹھارہ ابواب ہیں اور کئی ہزار نظمیں۔ اس کے باوجود اس نے دربار کے شاعروں سے درخواست کی اور کہا ''اگر تم میں سے کوئی شاعر اس بڑی ذمے داری کو اٹھا لے، تو وہ نہ صرف میرے راج کو بچا لے گا۔ بلکہ میری عزّت بھی بچا لے گا۔ یہ ہمارے وجے نگر سلطنت کی حفاظت اور سالمیت کا سوال ہے۔ آپ لوگ اس پر سنجیدگی سے غور کریں۔''

دربار کے سارے پنڈت اور شاعر محسوس کر رہے تھے کہ یہ انسانی طاقت سے باہر کا کام ہے کہ مہابھارت جیسی بڑی لمبی اور پیچیدہ نظم کوئی ایک ہفتے میں لکھ ڈالے۔ لیکن راجا کی وجہ سے وہ اس بات کو صاف صاف کہتے ہوئے ڈرتے تھے کیوں کہ ایسی نازک حالت میں اس چیلنج کو قبول کرنے سے انکار کر دینے میں، دربار کے اندر ان کی شان کو دھکّا لگے گا۔ اس کے علاوہ، ان کے خیال سے، یہ ایک ایسا مسئلہ تھا جس کو فوج کے کمانڈر ہی حل کر سکتے تھے۔ وہ سب ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ اتنے میں تینالی رمن اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور راجا سے بولا ''مہاراج! میں یہ کام کروں گا''۔

بے حد خوش ہو کر، کرشنا دیورایا نے تینالی رمن کو دہلی کے بادشاہ کے پاس بھیجا۔ وہ تینالی رمن کے مہابھارت لکھنے کے وعدے سے بہت خوش ہوا اور اس کے اوپر تحفوں اور اشرفیوں کی بارش کر دی۔

بادشاہ نے کہا'' شاعر! مہابھارت میں، جو تم اب لکھنے جا رہے ہو، تم اپنے راجا کرشنا دیورایا کو دریودھن بناؤ گے، تھمتا روسو کو دھرمی تراشتا، پیڈّانا اور دوسرے شاعر کو بھیشم، درونا اور ایسے ہی دوسرے کردار بناؤ گے۔ تم اپنی نئی مہابھارت میں مجھے دھرم راجا کا رول دو گے اور میرے لوگ دوسرے پانڈو بھائیوں کا رول ادا کریں گے۔ بادشاہ نے اس موقع کو یادگار بنانے کے لیے تینالی رمن کو پان کا بیڑا دیا۔

بادشاہ کے پاس سے واپس آنے کے بعد تینالی رمن کئی دنوں تک بہت مصروف رہا۔ اپنے شاگردوں اور دوسرے کارکنوں کی مدد سے اس نے کئی چھکڑے بھر کر کھجور کے پتے منگوائے اور ان کو کاٹ کر اور صاف کر کے بنڈل بنائے۔ ہفتے کے آخری دن ان پنڈتوں کو اس نے بڑی بڑی پلیٹوں میں اوپر نیچے رکھ کر اور ریشمی کپڑے سے ڈھک کر ایک پالکی میں رکھ دیا۔ وہ اس پالکی کو لے کر باجے گاجے کے ساتھ بادشاہ کے پاس روانہ ہو گیا اس نے بادشاہ سے کہا کہ آپ کی بتائی ہوئی ''مہابھارت'' اب تیار ہو گئی ہے۔ بادشاہ نے اپنے تمام عالموں اور شاعروں کی ایک بڑی مجلس آراستہ کی اور تینالی رمن سے کہا کہ اب وہ اپنی لکھی ہوئی ''مہابھارت'' سنائے۔

تینالی رمن نے بڑے ادب سے بادشاہ سے درخواست کی کہ پہلے وہ اس کے کچھ شبہات کو دور کردے۔ ''بادشاہوں کے بادشاہ! میں نے آپ کو اس ''مہابھارت'' میں دھرم راجا کا رول دیا ہے جو کہ بہت انصاف پسند ہے۔ آپ کی ملکہ کو میں نے دروپدی کا کردار دیا ہے لیکن مہابھارت میں دروپدی کے پانچ شوہر تھے۔ ملکہ کے باقی چار شوہر کون ہو سکتے ہیں، اس کے لیے میں نے اس مہابھارت میں چند لائنیں خالی چھوڑ دی ہیں۔ اگر آپ میرا یہ شبہ دور کر دیں تو میں خالی جگہ بھر دوں اور فوراً ہی اس کو سنانا شروع کر دوں اپنی بے عزتی محسوس کر کے بادشاہ سخت غصے میں آ گیا اور کہا کہ اس مہابھارت کو جلا کر خاک کر دو۔ تینالی رمن فوراً اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور کھجور کے پتوں کے بنڈل میں آگ لگا دی۔ یہ بنڈل اس نے دربار کے سامنے رکھ چھوڑے تھے۔

بادشاہ ایک لفظ کہے بغیر اپنی فوج کے ساتھ دہلی کے لیے کوچ کر گیا۔ کرشنا دیورایا بہت خوش ہوا۔ اس نے تینالی رمن کی عقل مندی اور ذہانت کی بیحد تعریف کی، سرِ دربار اس کی عزّت افزائی کی اور اس کو قیمتی تحفوں سے لاد دیا۔

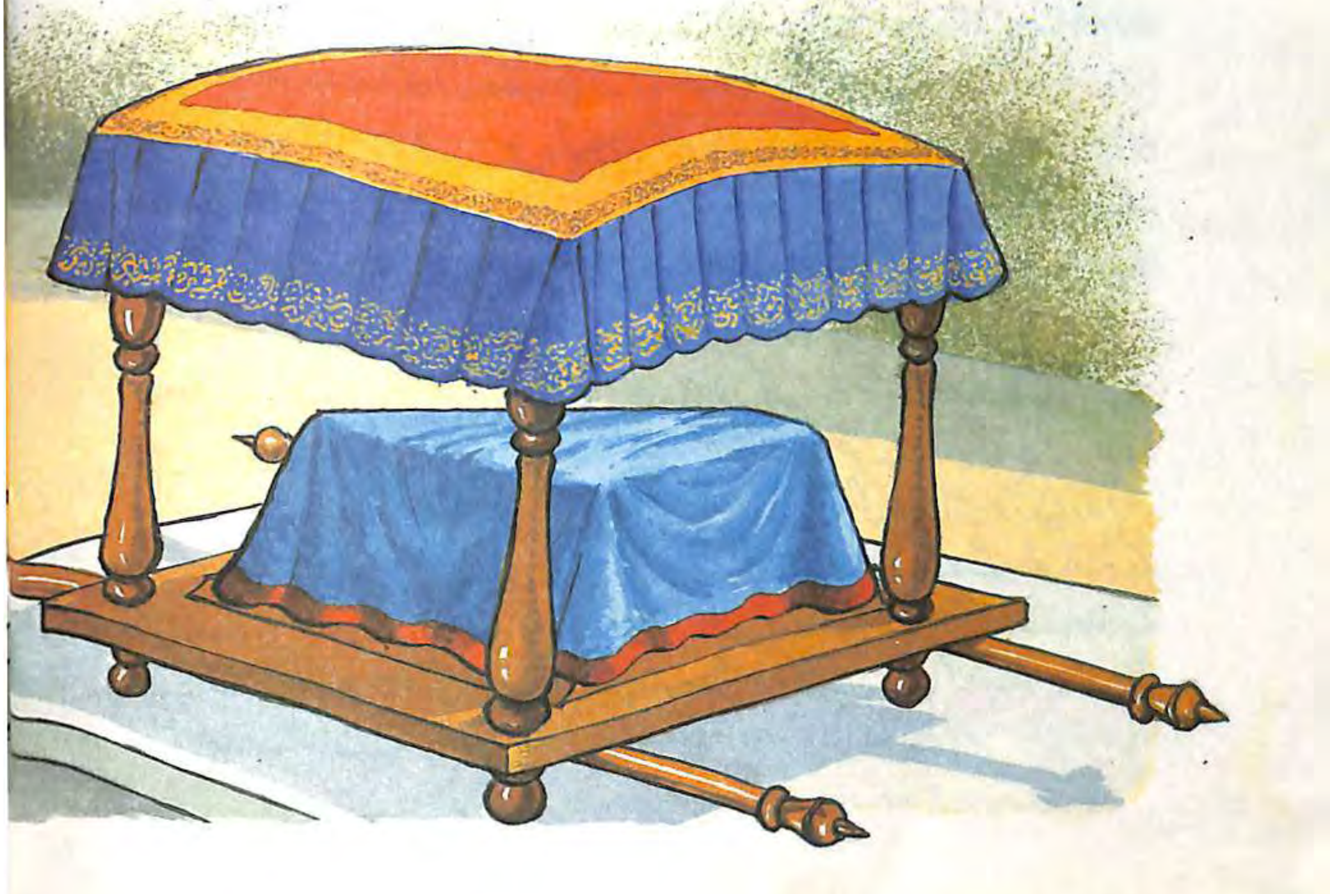

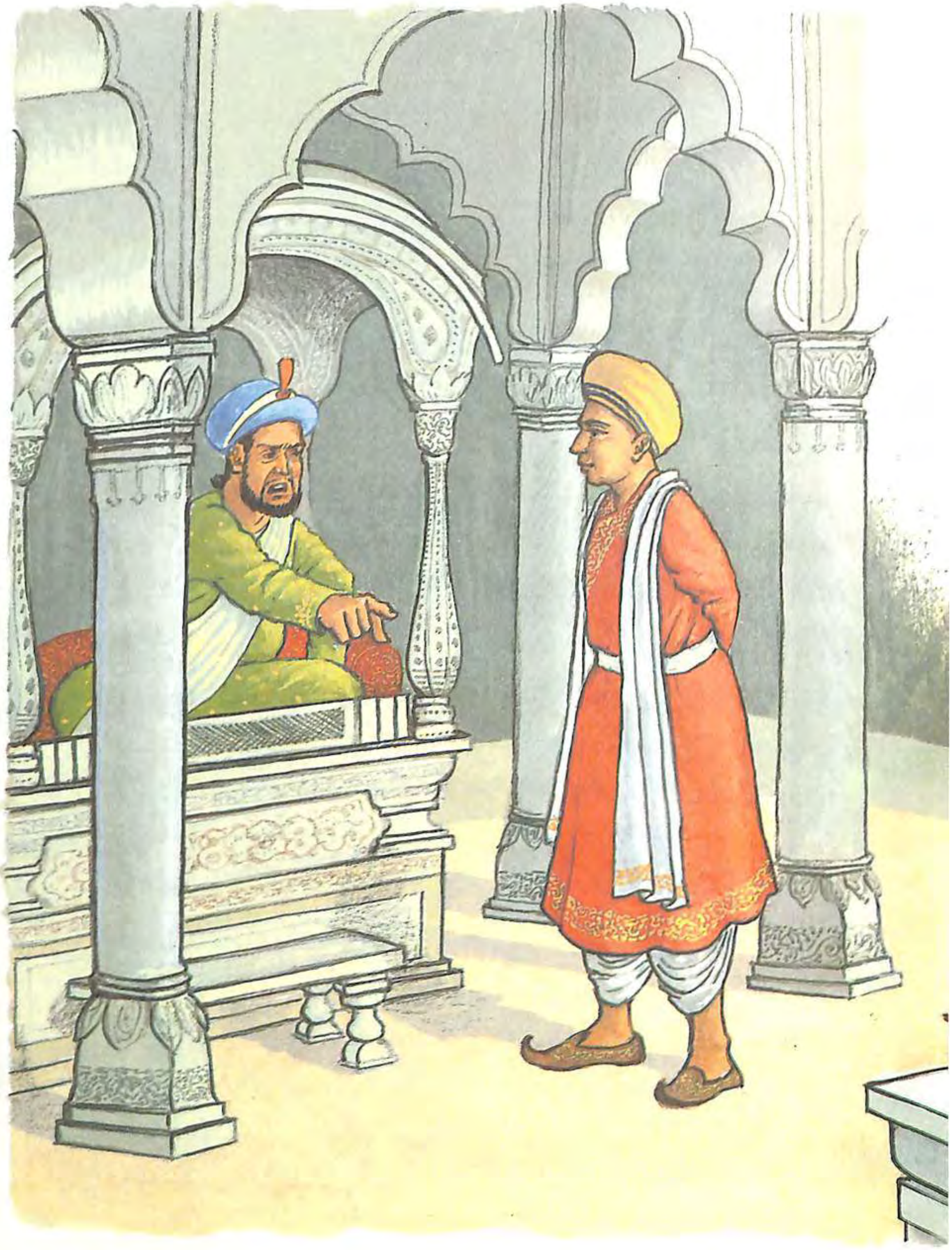

حفاظت

ایک شام، راجا دیورایا اپنے دربار کے آٹھ شاعروں کے ساتھ دریائے تنگ بھدرا کے کنارے ٹہلنے کے لیے نکلا۔ شام کی مدھم روشنی میں خوبصورت قدرتی مناظر میں وہ لوگ اتنے کھو گئے کہ دریا پار کر کے بہت دور تک چلے گئے۔ اس وقت اس پڑوسی سلطنت میں ویر بھدرا گاجاپتی کی حکومت تھی، اس کی راجدھانی کا نام کانی گری تھا۔

گاجاپتی بہت دنوں سے کسی ایسے موقعے کا انتظار کر رہا تھا۔ جب وہ کرشنا دیورایا کی بے عزّتی کر سکے۔ جب اس کے آدمیوں نے اس کو اطلاع دی کہ کرشنا دیورایا محض چند سپاہیوں کے ساتھ، اس کی سلطنت میں داخل ہو گیا ہے، تو اسے محسوس ہوا کہ اب وہ وقت آ گیا ہے جب وہ اپنی پرانی خواہش کو پوری کر سکے۔ اس نے اپنے کمانڈر پاسارام گووندا راجو کو حکم دیا۔ ''ایک بٹالین فوج کو لے کر فوراً جاؤ اور کرشنا دیورایا کو گرفتار کر لو۔'' کرشنا دیورایا کے ساتھ جو چند سپاہی تھے، وہ دشمن کی فوجی بٹالین سے بھڑنے کی ہمت نہ کر سکے اور فرار ہو گئے۔

ان حالات میں گھر کر بہادر راجا نے تلوار کھینچ لی اور اکیلا ہی دشمن کے سپاہیوں سے لڑنے لگا۔ کرشنا دیورایا کی زبردست تلوار بازی سے خوفزدہ ہو کر گووندا راجو کے سپاہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ کمانڈر نے شدید غصّے میں دوگنی فوج لے کر فوراً ہی میدان میں قدم جما لیے اور کرشنا دیورایا سے خوفناک جنگ کرنے لگا۔ اس وقت تینالی رمن کو ایک نئی ترکیب سوجھ گئی۔ اس نے بلند آواز میں ایک نظم اس طرح پڑھنا شروع کر دی کہ اس کے الفاظ کمانڈر کے کانوں تک پہنچ جائیں۔

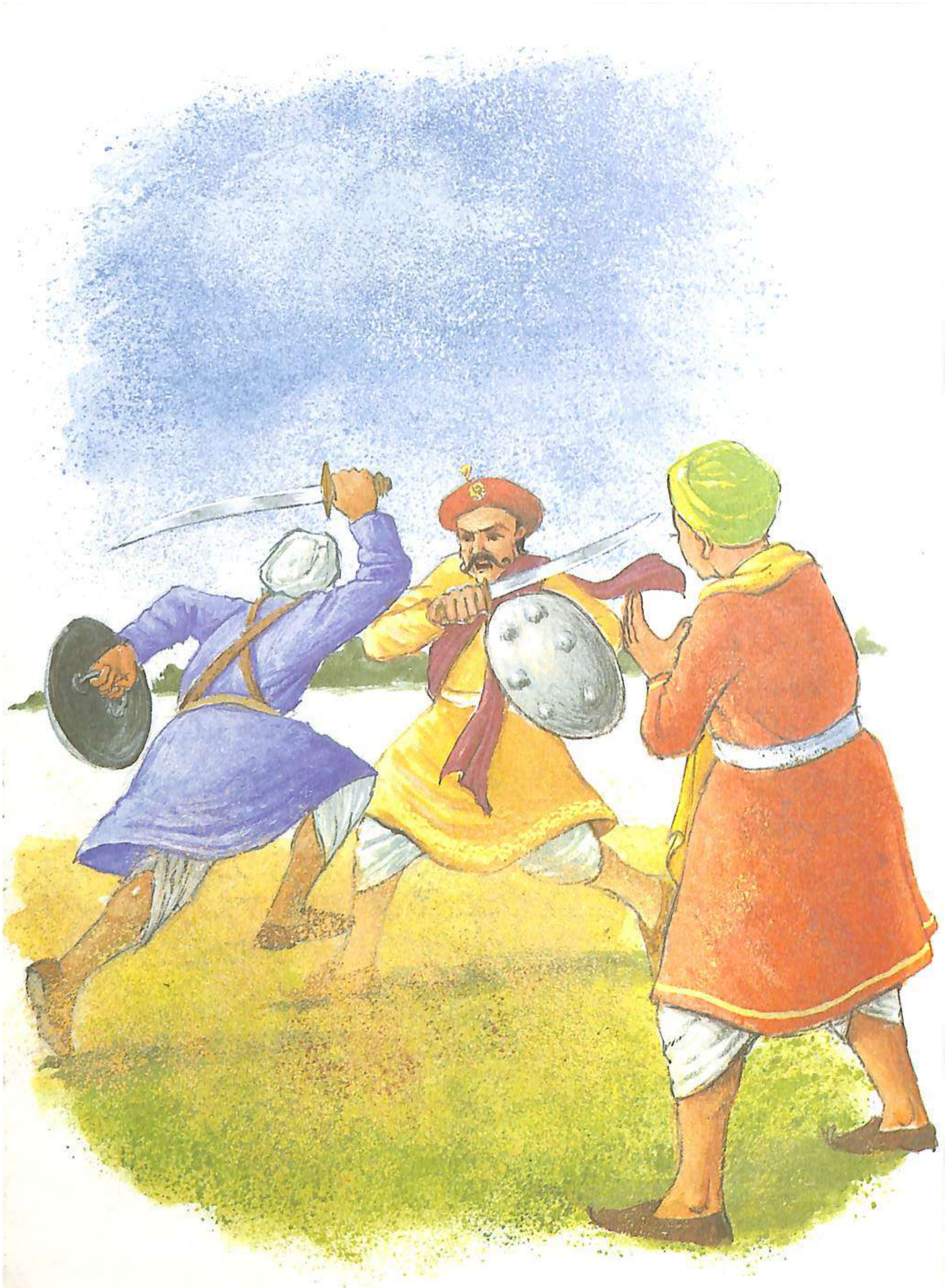

''بَساونا کوبتّانا پوڑے، پاسارام گووندار اجو پاسارام بٹن گاساویتی کی وِناڈانا گا، گاساوند ینوستر ولا جی گاڈا سیناویلن''۔

''پاسارام گووندار اجو، جو اپنے باپ بساونا کا حقیقی بیٹا نہیں ہے۔ پیدا ہوتے ہی گھاس کھانے لگا۔ اگر کوئی اس سے کہتا کہ اس کو گھاس کی کیا ضرورت ہے تو وہ کوئی جواب نہ دیتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ یقیناً گھاس کھانے لگا ہے، ورنہ ایک نہتے دشمن پر اپنی بٹالین کے ساتھ اس طرح حملہ نہ کرتا''۔ گووندار اجو کے کانوں میں جیسے ہی یہ لفظ پڑے، اس نے خون کی قے کی اور مر گیا کیوں کہ اس کے دل میں تینالی رمن کے یہ الفاظ تیر کی طرح پیوست ہو گئے تھے۔

کسی نظم میں گھاس یا کوڑا کھانے کا مطلب ہوتا ہے جنگ کے اصولوں کے خلاف ایک بڑی اخلاقی غلطی۔ اپنے کمانڈر کی موت اور تینالی رمن کی نظم کے الفاظ سے ایک بہادر کمانڈر پر کیا گزری، اس کا حال دیکھ کر، گووندار اجو کے سپاہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ تینالی رمن کی ذہانت اور بروقت سوجھ بوجھ سے سبھی لوگ بیحد خوش ہوئے۔ کرشنا دیورایا نے مسرت کے ساتھ کہا۔ ''عظیم شاعر! میں اس تمام عرصے میں تمہاری صلاحیت اور ذہانت کا اندازہ نہیں کر سکا۔ تم نے تنِ تنہا مجھے بچایا ہے۔ جو انعام چاہو، مانگ لو۔ تمہاری ہر خواہش پوری کی جائے گی۔''

تینالی رمن نے جواب دیا۔ مہاراج! ہم سب آپ کی کے زیرِ سایہ ہیں اور اگر آپ پر کوئی بر اوقت پڑے تو آپ کو کسی بھی طرح بچانا ہمارا اخلاقی فرض ہے۔ آپ مجھ پر اپنے پیار کی بارش کرتے ہیں، یہی میرا سب سے بڑا انعام ہے۔ بہت دنوں سے میں سوچ رہا تھا کہ آپ سے ایک وَچن مانگوں۔ اگر میں ایک دن میں سو غلطیاں کروں تو بھی آپ مجھے معاف کر دیں گے۔ آپ کے منہ سے اس وعدے کا ایک لفظ ہی میرا سب سے بڑا انعام ہے۔

تینالی رمن! میں یقیناً تمہاری ایک دن میں سو غلطیاں معاف کر دوں گا۔ میں وچن دیتا ہوں''۔ کرشنا دیورایا نے اس سے وعدہ کیا۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں میں تینالی رمن کے دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی اور اس نے شہر کے لوگوں سے شرارتیں کرنا اور عملی مذاق کرنا شروع کر دیا جس سے پریشانیاں پیدا ہونے لگیں۔

سونے کے آم

کرشنا دیورایا کی ماں، راج ماتا نے، جب کہ وہ مرنے کے قریب تھی۔ اپنے بیٹے سے آم کھانے کی فرمائش کی۔ یہ آموں کا موسم نہیں تھا۔ راجا نے دربار کیا اور دربار کے تمام لوگوں سے پوچھا کہ کیا اس موسم میں کہیں آم مل سکتے ہیں؟

ایک تجربے کار سفر کرنے والے نے بتایا کہ اس موسم میں ہمارے ملک میں تو نہیں لیکن دور دراز کے ایک ملک میں آم مل سکتے ہیں۔

کرشنا دیورایا ماں کا بہت سعادت مند بیٹا تھا۔ اس نے اسی وقت اپنے کچھ لوگوں کو بڑی رقم دے کر، اپنی ماں کے لیے آم لانے کے لیے روانہ کر دیا۔ جس وقت یہ لوگ آم لے کر واپس لوٹے، راج ماتا کی موت ہو چکی تھی۔ کرشنا دیورایا کو اس بات کا بہت رنج تھا کہ وہ اپنی ماں کی آم کھانے کی خواہش کو پورا نہیں کر سکا۔ اس نے تاتاچاریہ سے پوچھا کہ کیا اس کا کوئی علاج ہے؟ وہ اپنا فرض پورا کرنا چاہتا تھا۔ تاتاچاریہ نے کچھ دیر سوچ کر کہا ''اگر ہم سونے کے آم بنوا کر پان اور سپاری کے ساتھ برہمنوں کو دان کر دیں تو راج ماتا کی آتما ہمیشہ کے لیے مطمئن ہو جائے گی''۔

کرشنا دیورایا نے جواب دیا ''ٹھیک ہے۔ میں اپنی سلطنت کے سب سناروں کو بلا کر ان کو بہت سا سونا دے کر، ان سے سونے کے آم بنواؤں گا۔ اس درمیان آپ نیک ساعت نکالیں اور برہمنوں کو بلا کر اس کام کو ٹھیک طریقے سے انجام دینے کا بندوبست کریں''۔

تاتاچاریہ نے سب انتظام کرنے کا وعدہ کیا اور تقریب والے دن ہزاروں برہمن، کرشنا دیورایا کے دربار

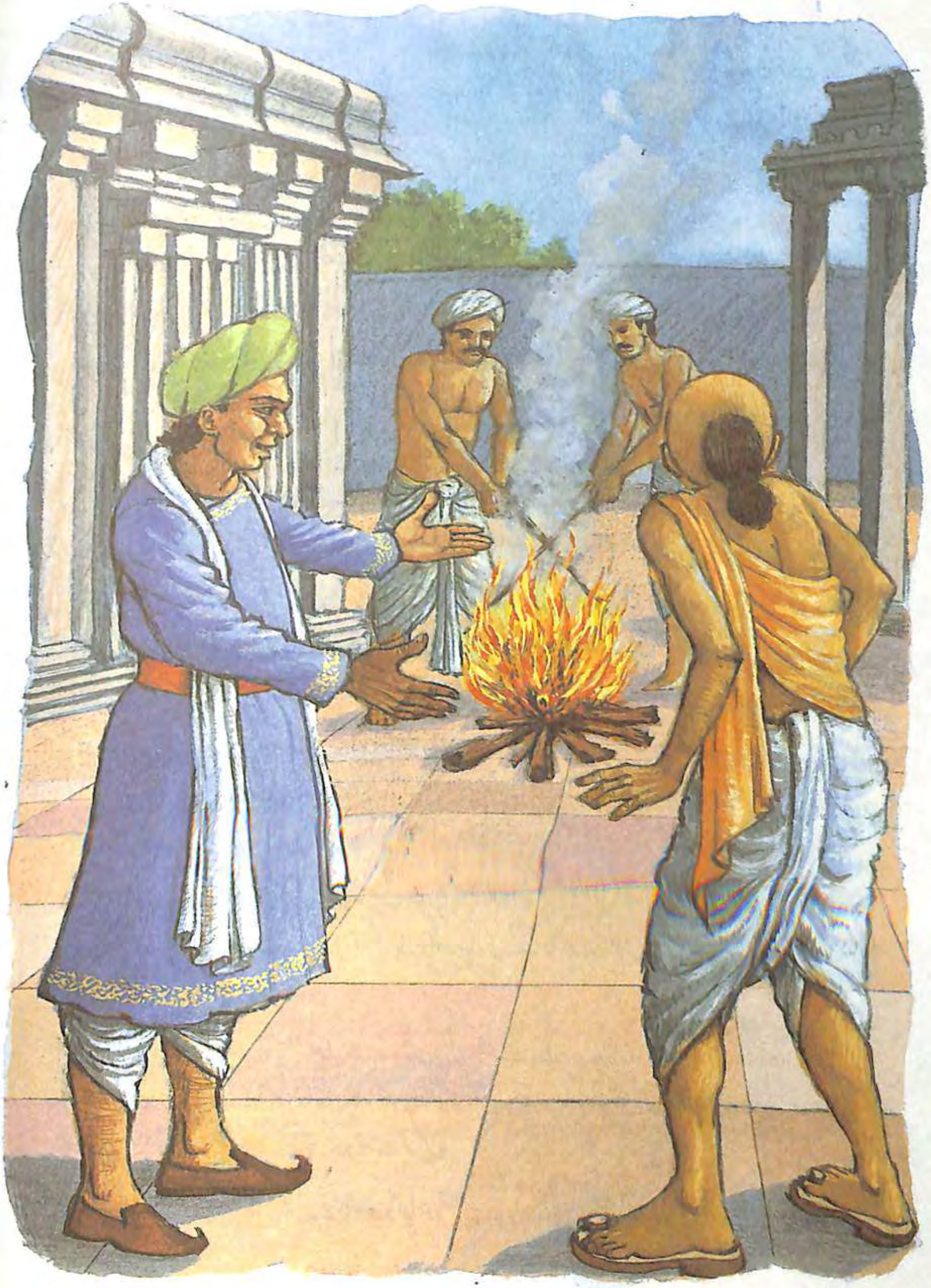

میں پہنچ گئے۔

اس تقریب کے لیے دو بڑی عمارتوں کا انتظام کیا گیا تھا۔ ایک عمارت میں ، اس تقریب میں شامل ہونے والے سارے برہمن بیٹھیں گے اور دوسری عمارت میں راجا اپنے تخت پر بیٹھ کر برہمنوں کو آم دان کرے گا۔ پہلی عمارت میں بیٹھے ہوئے برہمن ایک ایک کر کے، دوسری عمارت میں جائیں گے جہاں راجا ہر ایک کو ایک سونے کا آم دے گا۔

جب یہ سارے انتظامات پورے ہو گئے تو تینالی رمن، دونوں عمارتوں کے درمیان چار آدمی اور ایک دہکتی ہوئی بھٹی کے ساتھ بیٹھ گیا۔ جو برہمن عمارت سے نکلتا، اس کو وہ اپنے پاس بلا کر کہتا۔ جناب! قابلِ عزّت برہمن! پہلے اس طرف آ ئیے۔ سونے کا آم اسی برہمن کو ملے گا جو اس سونے کی گرم سلاخ سے اپنے بدن پر داغ لگوائے گا۔ داغ لگنے کے بعد ہی کسی کو دوسری عمارت کے اندر جانے کی اجازت ملے گی۔

راجا نے ابھی چار یا پانچ برہمنوں ہی کو سونے کا آم دیا ہوگا کہ چھٹے برہمن نے جو ایک دبلا پتلا کمزور شخص تھا راجا سے کہا کہ شریمان! میں نے اپنے بدن پر دو داغ لگوائے ہیں، اس لیے مجھے سونے کے دو آم دیے جائیں۔ راجا کو برہمن کی اس بات پر بڑی حیرت ہوئی اور اس نے پتا لگوایا کہ آخر معاملہ کیا ہے۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ اس کے پیچھے تینالی رمن کی شرارت ہے تو وہ سخت ناراض ہوا اور اس نے تینالی رمن سے کہا۔ ''تمھاری شرارتوں کی کوئی حد نہیں ہے۔ تمھاری یہ ہمّت کیسے ہوئی کہ ایک ایسی پاک تقریب میں جو کہ میری ماں کی آتما کی شانتی کے لیے کی گئی ہے۔ تم اس طرح کا کام کرو؟''

اس پر راج شاعر نے دونوں ہاتھ جوڑ کر بڑی نرمی سے کہا۔ ''مہاراج! میں سمجھتا ہوں لیکن پہلے میری کہانی بھی سن لیجیے۔ میری ماں تشنج یعنی کپکپاہٹ کی بیماری سے مری۔ وہ بار بار داغ لگانے کے لیے چلاّتی رہی کیوں کہ اس کا یہی ایک علاج ہے۔ اس سے پہلے کہ میں بھٹی گرم کرنے کا بندوبست کرتا اور لوہے کی سلاخ کو اس میں گرم کر کے اس کے بدن پر داغ لگاتا، وہ چل بسی۔ جب میں نے اس کی آتما کی شانتی کے لیے سونے کی سلاخ سے داغ لگوانے کے لیے لوگوں سے کہا تو کوئی بھی اس کے لیے تیار نہیں ہوا۔ اب یہ موقع ہاتھ لگا تو میں نے اپنی ماں کی آتما کی شانتی کے لیے داغ لگانا شروع کر دیا۔ اب آپ ہی انصاف کریں کہ میں نے کہاں غلطی کی ہے۔

کرشنا دیورایا فوراً ہی وہ بات سمجھ گیا جو تینالی رمن اس کو اس شرارت کے ذریعے سمجھانا چاہتا تھا۔ بغیر کوئی جواب دیے، کرشنا دیورایا نے ہر ایک برہمن کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا اور سب کو رخصت کر دیا۔

پانچ ہزار دینار

کرشنا دیورایا نے ایک مرتبہ طے کیا کہ دربار کے سب شاعروں کو ان کی صلاحیت کے اعتبار سے، ماہانہ تنخواہ دی جائے۔ سب کو ہر ماہ تنخواہ دی جانے لگی۔ اوروں کے ساتھ تینالی رمن کو بھی ایک مقررہ تنخواہ کی رقم ہر ماہ ملنے لگی۔

تینالی رمن کو اس تنخواہ میں گھر کا خرچ چلانا بہت مشکل ہو گیا کیوں کہ اس کے ہاں زیادہ بچّے تھے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اپنا معاملہ راجا کے پاس لے جائے اور اس سے کچھ رقم اور دینے کی گزارش کرے کہ اچانک اس کے دماغ میں ایک نئی ترکیب آ گئی۔

ایک دن وہ راجا کے دربار میں اپنی بیوی اور سب بچّوں کے ساتھ پہنچ گیا۔ جب اس نے دیکھا کہ راجا اچھے موڈ میں ہے تو اس نے راجا سے کہا۔ "راجاؤں کے راجا! بہت دنوں سے میرا دل رنج وغم کے بوجھ سے دبا جا رہا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ میں اب زیادہ دنوں تک زندہ نہیں رہوں گا۔ نجومیوں نے بھی میرا زائچہ دیکھ کر بتایا ہے کہ میں بس چند مہینوں کا مہمان ہوں۔ میرے ہاں بہت سے بچّے ہیں اور یہ سب میرے مرنے کے بعد تتر بتر ہو جائیں گے۔ میں یہ سوچ کر پریشان ہو جاتا ہوں کہ میرے بچّے دکھ اور مفلسی کا شکار ہو جائیں گے۔ یہ میرے لیے بہت تکلیف دہ ہے اس لیے میں آپ کے پاس اپنی آخری خواہش ظاہر کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ میرے مالک! آپ وعدہ کیجیے کہ میرے بعد آپ میری بیوی اور بچوں کی دیکھ بھال کریں گے۔"

راجا بہت دردمند انسان تھا۔ تینالی رمن کی باتیں سن کر اس کا دل بھر آیا۔ اس نے کہا رمن! تم اپنے بیوی

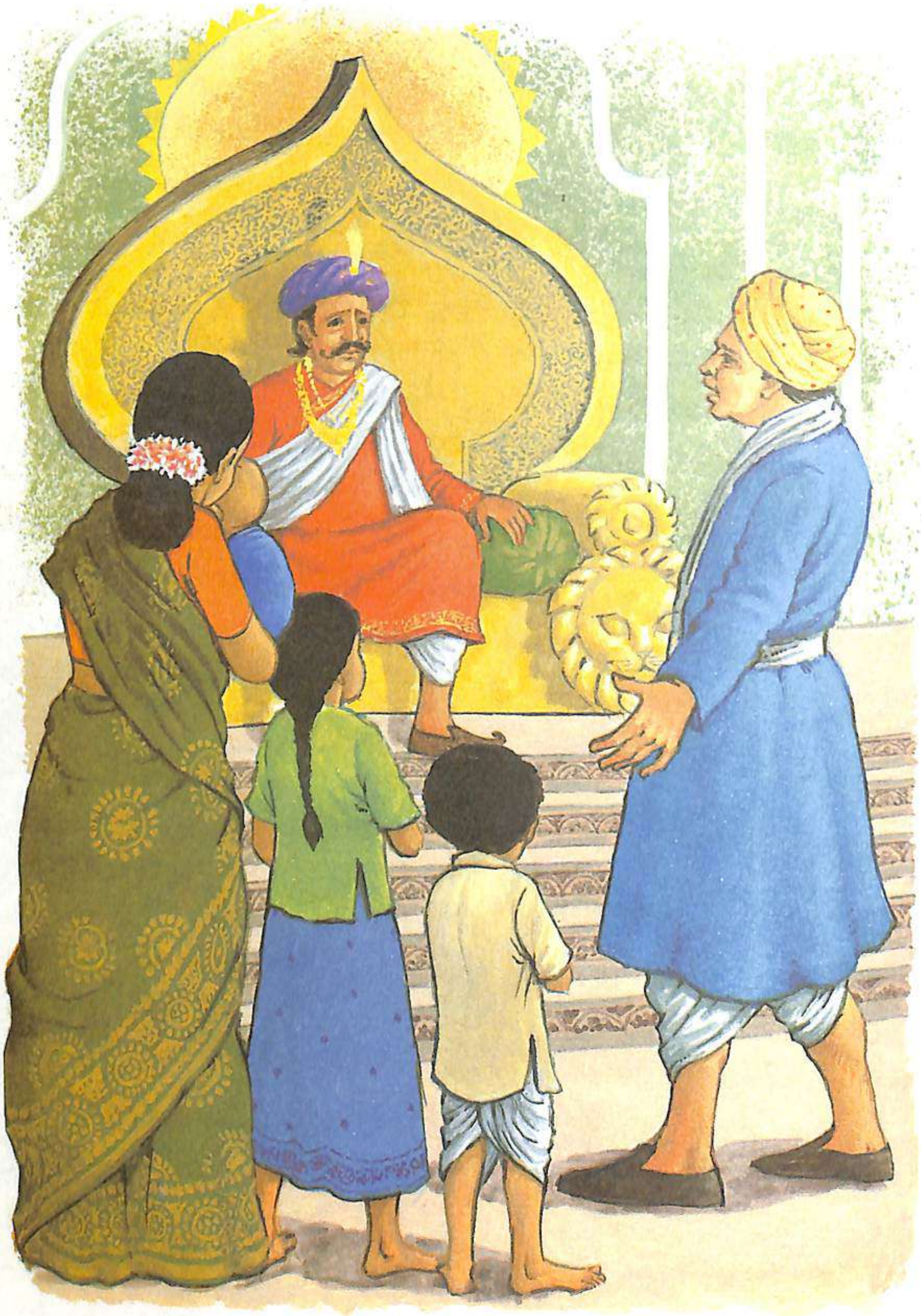

بچّوں کے لیے فکر نہ کرو۔ نجومیوں کی بات کا اثر لینے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ یہ سب لالچی ہوتے ہیں۔ اگر تم نے ان سب باتوں کا اپنے دل پر اثر لیا تو اپنی اصل موت سے پہلے ہی مر جاؤ گے۔

بحر حال میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر بد قسمتی سے تمہاری موت ہو گئی تو میں تمھاری بیوی کو پانچ ہزار دینار دے دوں گا۔ اس کے کچھ ہفتوں کے بعد تینالی رمن اپنے کچھ عزیزوں سے ملنے کے لیے کسی بہت دور کے گاؤں میں چلا گیا۔ پھر الّا ثانی پیڈّانا، رام راجا بھوشن اور کچھ دوسرے لوگوں کو ایسے خط ملے جس میں اطلاع دی گئی تھی کہ بخار کی وجہ سے تینالی رمن کا انتقال ہو گیا۔ فوراً ہی یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح سارے شہر میں پھیل گئی اور سبھی نے تینالی رمن کا غم منایا۔ راجا کرشنا دیورایا کو بھی تینالی رمن کی موت سے بہت صدمہ پہنچا۔ اس نے کہا کہ رمن کی موت سے وجے نگر کے دربار کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اسے خیال آیا کہ واقعی تینالی رمن کا مرنے کا خوف اور نجومیوں کی پیش گوئی صحیح ثابت ہوئی۔ راجا نے تینالی رمن کی بیوی اور بچّوں کو پانچ ہزار دینار فوراً دے دیے جس کا اس نے رمن سے وعدہ کیا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد تینالی رمن اپنے سفر سے واپس لوٹ آیا اور دوسرے دن دربار میں حاضر ہو گیا۔

دربار میں ہر شخص تینالی رمن کو زندہ دیکھ کر تعجب میں پڑ گیا۔ راجا بھی اس کو دیکھ کر خوش ہوا اور پوچھا۔ ''رمن! دربار کے شاعروں کو ایسے خطوط ملے تھے جن سے پتا لگا کہ تمھاری موت ہو گئی ہے۔ پھر تم واپس کیسے آ گئے۔ مجھے تو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں ہو رہا ہے!''

تینالی رمن نے جھک کر نہایت ادب سے کہا ''ہاں پربھو! یہ صحیح ہے کہ میں مر گیا تھا۔ مرنے کے بعد جب چتر گپت نے مجھے دیکھا تو کہا ''ابھی زمین پر تمھاری زندگی کے دن باقی ہیں۔ لیکن بچارے سپاہی غلطی سے تم کو یہاں لے آئے۔ اس کے علاوہ، راجا نے تمھاری بیوی کو پانچ ہزار دینار ادا کر دیے ہیں۔ اس لیے اب تم زمین پر واپس جاؤ اور بے پرواہ ہو کر آرام سے اپنی باقی زندگی بسر کرو۔'' اس طرح اس نے مجھے دنیا میں واپس بھیج دیا۔

راجا کرشنا دیورایا نے سمجھ لیا کہ پانچ ہزار دینار حاصل کرنے کے لیے یہ تینالی رمن کی چال تھی۔ پھر بھی راجا نے [illegible] کو معاف کر دیا کیوں کہ وہ اس کو زندہ دیکھ کر بہت خوش تھا۔

رمن سے بھی زیادہ ہوشیار

کرشنا دیورایا کی سلطنت میں ایک کمھار عورت رہتی تھی جس کا نام اَتو کری مُولا تھا۔ اس کے شوہر کا بچپن میں انتقال ہو گیا تھا۔ وہ اپنا سارا وقت ادب کے مطالعے میں گذارتی تھی۔ اس نے سخت محنت کی اور تیلگو شاعری پڑھنے میں وہ طاق ہو گئی۔

وہ مشہور اسکالر سری سیلا سائی وردھیا کی شاگرد تھی۔ اس نے اپنی استاد کی بہت خدمت کی اور اس کے عوض میں اس نے تیلگو اور سنسکرت کا علم حاصل کیا۔ گرو کے کوئی اولاد نہیں تھی اور وہ مولا کی خدمت سے بہت خوش تھا اس لیے اس نے اپنی موت کے بعد اپنی ساری دولت مولا کو دینے کا انتظام کر دیا۔ پیسے کی طرف سے بے فکری ہونے کے بعد، اس نے اپنی صلاحیتوں کا پورا استعمال کیا اور بڑی محنت سے ایک کتاب لکھی۔ اس کتاب کا نام ''مولا رامائینم'' تھا۔ اس نے اسے بڑے اچھے اور خوبصورت انداز میں لکھا تھا۔

آتو کری مُولا، اپنی اس کتاب کو کرشنا دیورایا کی نذر کرنا چاہتی تھی۔ وہ راجا کے پاس گئی اور اپنی خواہش کا اظہار کر کے درخواست کی کہ اسے دربار میں اس کتاب کا کچھ حصہ پڑھ کر سنانے کی اجازت دی جائے۔ راجا نے اس کی درخواست کو فوراً ہی منظور کر لیا اور ایک دن مقرر کر دیا تا کہ وہ دربار میں اپنی رامائینم پڑھ کر سنا سکے۔

جب تینالی رمن کو یہ بات معلوم ہوئی تو اسے بہت خراب لگا کہ ایک عورت اور وہ بھی کمھار ذات کی، وجے نگر کے دربار میں اپنی شاعری سنائے۔ اپنے جذبات کو پوشیدہ رکھتے ہوئے اس نے کرشنا دیورایا سے کہا۔ راجاؤں کے راجا! میرے پاس ایک نظم ہے۔ آپ مہربانی کر کے ''رامائینم'' سے پہلے اس کو سن لیجیے۔

راجا نے اس کی بات مان لی۔ تینالی رمن نے ایک ایسی نظم پڑھی جس کے دو معنی نکلتے تھے۔ اس نظم کے بیہودہ معنی کو ذہن میں رکھتے ہوئے، آتو کری مولا نے اسے اپنی بے عزتی سمجھا اور خاموشی سے دربار چھوڑ کر چلی گئی۔ اب اس نے اپنی اس ''رامائنم'' کو خود راجا رام چندر جی کی نذر کر دیا۔

کرشنا ویورایا کو جب اس کے بارے میں معلوم ہوا تو اس نے مولا کو دربار میں دوبارہ آنے کی دعوت دی۔ اس نے کہا ''مولا! میں تمھارے کام کی تعریف کرتا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے اس کتاب کو لارڈ راما کو نذر کیا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ہمارے شہر وجے نگر میں رہنے لگو۔ میں تمھارے گزر بسر کے لیے کافی رقم دے دوں گا۔ اس نے کرشنا دیورایا کی بات مان لی اور اپنی باقی زندگی وجے نگر ہی میں گزاری۔

آتو کری فطرتاً بہت نرم طبیعت کی تھی۔ یہ سوچ کر کہ گھر کے کام کاج کے لیے ملازم رکھنا بے مطلب ہے، وہ اپنا سارا کام کاج خود ہی کرتی تھی۔ اکثر اس کو گھر کا سودا سلف لینے بازار بھی جانا پڑتا تھا۔

ایک دن وہ بازار سے لوٹ رہی تھی تو ایک ہاتھ میں مرغی دبائے تھی، جو اس نے بازار سے خریدی تھی۔ اور دوسرے ہاتھ میں اپنے پالتو کتے کی رسّی پکڑے ہوئے تھی۔ راستے میں اس کو تینالی رمن مل گیا۔ وہ حسد کی وجہ سے اندر ہی اندر کھول رہا تھا اور مولا کی بے عزتی کرنے کا موقع تلاش کر رہا تھا۔ اس نے مذاقیہ انداز میں اس سے کہا ''مولا! میں تم کو ایک دینار دوں گا۔ کیا تم اس کے عوض میں مرغی یا کتا مجھے دوگی؟ یہ الفاظ سن کر اس کو بہت بُرا لگا۔ پھر بھی مولا نے انتہائی شرافت سے جواب دیا ''اے شاعروں کے راجا! جو کچھ میں تم کو دوں گی وہ مفت ہی دے دوں گی، پیسے کے عوض تمھارے ہاتھ فروخت نہیں کروں گی۔ یہ الفاظ تیلگو زبان میں ایک دوسرا ہی مطلب ظاہر کرتے ہیں یعنی ''جو کچھ بھی میں تمھیں دے سکتی ہوں، وہ ٹھیک ہے کیوں کہ میں تمھاری ماں ہوں''۔

تینالی رمن نے اپنی غلطی کو محسوس کر لیا۔ اس کے بعد وہ مولا سے اسی عزت اور احترام سے ملنے لگا جیسے کہ ایک ماں سے ملا جاتا ہے۔

تِلا کُشتا مَہیشا بَندَھنَم

متعدد دوسری سلطنتوں کے بہت سے پنڈت اس بات کے مشتاق تھے کہ وہ وجے نگر جائیں اور دربار کے شاعروں سے بحث کریں تاکہ ان کو بھی غیر معمولی شہرت مل سکے۔

وہ پنڈت جنھیں دوسرے درباروں سے انعامات مل چکے تھے، اس شکست کو نہیں بھول سکے جو ان کو وجے نگر دربار میں تینالی رمن کے ہاتھوں اٹھانی پڑی تھی۔ جن پنڈتوں نے وجے نگر کے دوسرے شاعروں کو ہرایا تھا۔ ان کو بڑی عزت اور احترام ملا۔

ایک دن ایک پنڈت، جس کا نام راما شاستری تھا، دربار میں آیا اور راجا سے بولا "مہاراج! میں نے کئی ملکوں کا سفر کیا ہے اور بے شمار تحفے اور انعامات، دوسرے پنڈتوں کو بحث مباحثے میں ہرا کر، حاصل کیے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کے دربار کے پنڈتوں سے بھی ادبی مباحثہ کروں۔ مہربانی کر کے اس مباحثے کا بندوبست کر دیجیے۔ اگر میں ہار گیا تو اپنے سارے تحفے اور انعامات آپ کے دربار کے شاعروں کو سونپ دوں گا لیکن اگر میں جیت گیا تو آپ کے دربار کے سب شاعر اپنا اثاثہ مجھے دے دیں۔ کرشنا دیورایا کہہ ہی کیا سکتا تھا، اس نے [illegible] دن کے اندر مباحثہ کرانے کا وعدہ کرلیا۔

مقررہ دن راما شاستری اور دربار کے شاعروں کے درمیان مباحثہ شروع ہوا۔ شاستری نے بڑی ہوشیاری سے بحث میں، خواہ منطق کی ہو، رزمیہ نظم کی ہو یا ویدوں کی ہو، اپنا بچاؤ کیا۔ دربار میں موجود سبھی لوگوں نے اور خود راجا نے بھی سوچا کہ شاید اشٹ دِگج (آٹھ ہاتھی) آج اپنی شان و شوکت کھو دیں گے۔

دربار کے سبھی شاعر، جن میں بڑی صلاحیتوں والے بزرگ شاعر پیڈانا بھی شامل تھے، تینالی رمن کے پاس

گئے اور کہا۔ ''راما! جوشخص آج یہاں آیا ہے وہ بہت ہی اعلا صلاحیتوں کا مالک معلوم ہوتا ہے۔ اب اس کے ہاتھوں ہماری شکست یقینی معلوم ہونے لگی ہے۔ اب تم ہی کوئی تدبیر سوچو اور وجے نگر کے دربار اور شان کی حفاظت کرو''۔

تینالی رمن نے پوری رات اس معاملے میں غور وخوض کیا۔ اگلی صبح یہ ادبی مباحثہ ختم ہونے کو تھا۔ شکست یا فتح کے طے ہونے کا یہ آخری دن تھا۔ رمن نے ایک معمولی برہمن کا بھیس بدلا اور ایک بڑی پلیٹ میں کوئی چیز، جو بظاہر ایک موٹی کتاب معلوم ہوتی تھی، رکھ کر اور اسے ریشمی کپڑے سے ڈھک کر دربار میں لایا۔ چار شاہی گارڈ ڈھول باجے کے ساتھ اس کو لے آئے اور دربار میں لا کر اسے ایک میز پر رکھ دیا۔ دربار کے سبھی لوگ یہ جاننے کو بیتاب تھے کہ آخر یہ کون سی کتاب ہے۔

تینالی رمن راجا کے پاس پہنچا اور ادب سے جھک کر اس سے اونچی آواز میں بولا تاکہ وہاں موجود سب لوگ اس کی بات سن لیں۔ مہاراج! ہم نے آپ کی طرف سے اپنے گرو ایاراسرس وتھی مہو پادھیائے کو جو دعوت نامہ بھیجا تھا، وہ ان کو کانچی ہورا میں مل گیا ہے۔ کل رات وہ میرے پاس آئے اور میرے ذریعے آپ کے پاس ایک عظیم رزمیہ نظم ''تلا کشتا مہیشا بندھنم'' بھیجی ہے۔ یہ کتاب کئی دیوتاؤں جیسے ناگیندرا، ہنوستھا، بروہاس پیتھی اور برہما نے ایک ساتھ پڑھی ہے۔ اب ہمیں کسی بات سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ہم ایک سجی ہوئی پالکی بھیج دیں تو وہ یہاں آنے کے لیے تیار ہیں۔ راجا نے فوراً ہی پالکی برداروں کو طلب کیا اور حکم دیا ''رمن کے مکان پر فوراً جاؤ اور ایاراسرس وتھی مہو پادھیائے اور ان کے شاگردوں کو عزت کے ساتھ یہاں لے آؤ''۔

یہ بات سن کر راما شاستری کے چیلے بہت پریشان ہو گئے اور اپنے گرو سے سارا معاملہ بیان کیا۔ یہ باتیں جان کر اس کو بھی بہت تعجب ہوا ''یہ تلا کشتا مہیشا بندھنم'' آخر ہے کیا؟ میں نے ایسی کسی کتاب کا نام کبھی نہیں سنا۔ کیا واقعی ایاراسرس وتھی مہو پادھیائے شاہی پالکی میں بیٹھ کر دربار میں آرہا ہے۔؟ وہ سچ مچ مجھے شکست دے دے گا۔ مجھے اس کے آنے سے قبل ہی یہاں سے فرار ہو جانا چاہیے۔ وہ بغیر کسی سے کچھ کہے سنے، اپنے شاگردوں کے ساتھ چپ چاپ بھاگ کھڑا ہوا۔

جلسہ ختم ہونے کا وقت آ گیا تھا نہ تو ایاراسرس وتھی مہو پادھیائے اور نہ راما شاستری دربار میں پہنچے۔ راجا نے ان دونوں پنڈتوں کے بارے میں پوچھ گچھ کی۔ اب تینالی رمن نے ریشمی کپڑے کو ہٹایا اور اس کے نیچے

رکھے بنڈل کو کھولا اور ہنستے ہوئے بولا۔ ''مہاراج! آپ نے بھینس باندھنے کی رسی کو دیکھا جو میں نے ایک ٹہنی کے گرد لپیٹ دی تھی! یہی ''تِلا کشتا مہیشا بندھنم'' ہے، کوئی کتاب نہیں ہے۔ میں ہی اصلی اپاراسرس وتھی مہو پادھیائے ہوں اور میں ہی مباحثے کے لیے آیا ہوں۔ آپ کے گارڈ آپ کو بتائیں گے کہ کس طرح راما شاستری ڈر کر چپ چاپ شہر سے فرار ہو گیا۔

تینالی رمن کی بات سن کر دربار میں موجود سبھی لوگ زور زور سے ہنسنے لگے۔ کرشنا دیورایا نے حکم دیا کہ تینالی رمن کو شاہی پالکی میں بٹھا کر جلوس کی شکل میں شہر میں گھمایا جائے۔ اس کی اس فتح سے پورے شہر میں جشن کا ماحول پیدا ہو گیا۔

گڑھے سے باہر

کرشنا دیورایا کو بلیّوں کا بہت شوق تھا۔ چوں کہ شہر میں چوہوں کی بہتات تھی۔ اس لیے اس نے شہر کے باشندوں کو بلّی پالنے کا حکم دیا۔ اس نے اپنے دربار کے ہر ایک شاعر اور ملازم کو ایک ایک بلّی دی اور اس کی پرورش کے لیے ہر ایک کو ایک دودھاروگائے اور کچھ رقم بھی دی تاکہ بلّی پالنے کی حوصلہ افزائی ہو۔

چوں کہ یہ راجا کے دل کی خواہش تھی، اس لیے ہر ایک شخص بلّی اور گائے کی اچھی طرح دیکھ بھال کرنے لگا۔ تینالی رمن کو یہ آئیڈیا بالکل پسند نہیں آیا۔ اس نے بلّی کے آنے پر اس کے سامنے گرم دودھ کا ایک پیالہ رکھ دیا۔ جیسے ہی بلّی نے اسے پینے کی کوشش کی، اس کا منہ جل گیا اور وہ بھاگ گئی۔ تینالی رمن نے گائے کا سارا دودھ اپنے گھر والوں کے استعمال میں دے دیا۔

کچھ دنوں کے بعد کرشنا دیورایا نے سب بلیوں کو دیکھنے کی خواہش کی اور حکم دیا کہ ساری بلیاں دربار میں لائی جائیں۔ تینالی رمن کی بلّی ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئی تھی۔ اس کو دیکھ کر راجا نے رمن سے پوچھا ”تینالی رمن! تمھارے ساتھیوں کے پاس جو بلیاں ہیں وہ تو سب تندرست ہیں لیکن تمھاری بلّی کیوں ایسی دکھائی پڑ رہی ہے، جیسے وہ مرنے کے قریب ہو؟

تینالی رمن نے جواب دیا۔ ”مہاراج! آپ ٹھیک کہتے ہیں، کسی نامعلوم وجہ سے میری بلّی کو دودھ سے بیر پیدا ہو گیا ہے اور اب یہ دودھ کو چھوتی بھی نہیں ہے۔ اگر آپ کو میری بات پر یقین نہ ہو تو آپ خود اس کو دودھ پلا کر دیکھ لیں“۔

راجا کے حکم سے دودھ کا ایک پیالہ دربار میں لایا گیا۔ جیسے ہی یہ پیالہ بلّی کے سامنے رکھا گیا، وہ بھاگنے لگی۔ نوکروں نے بلّی کو پکڑ لیا اور راجا نے اس کا منہ کھول کر دیکھا تو اس کے ہونٹوں پر جلنے کا زخم تھا جواب ٹھیک ہو رہا تھا۔

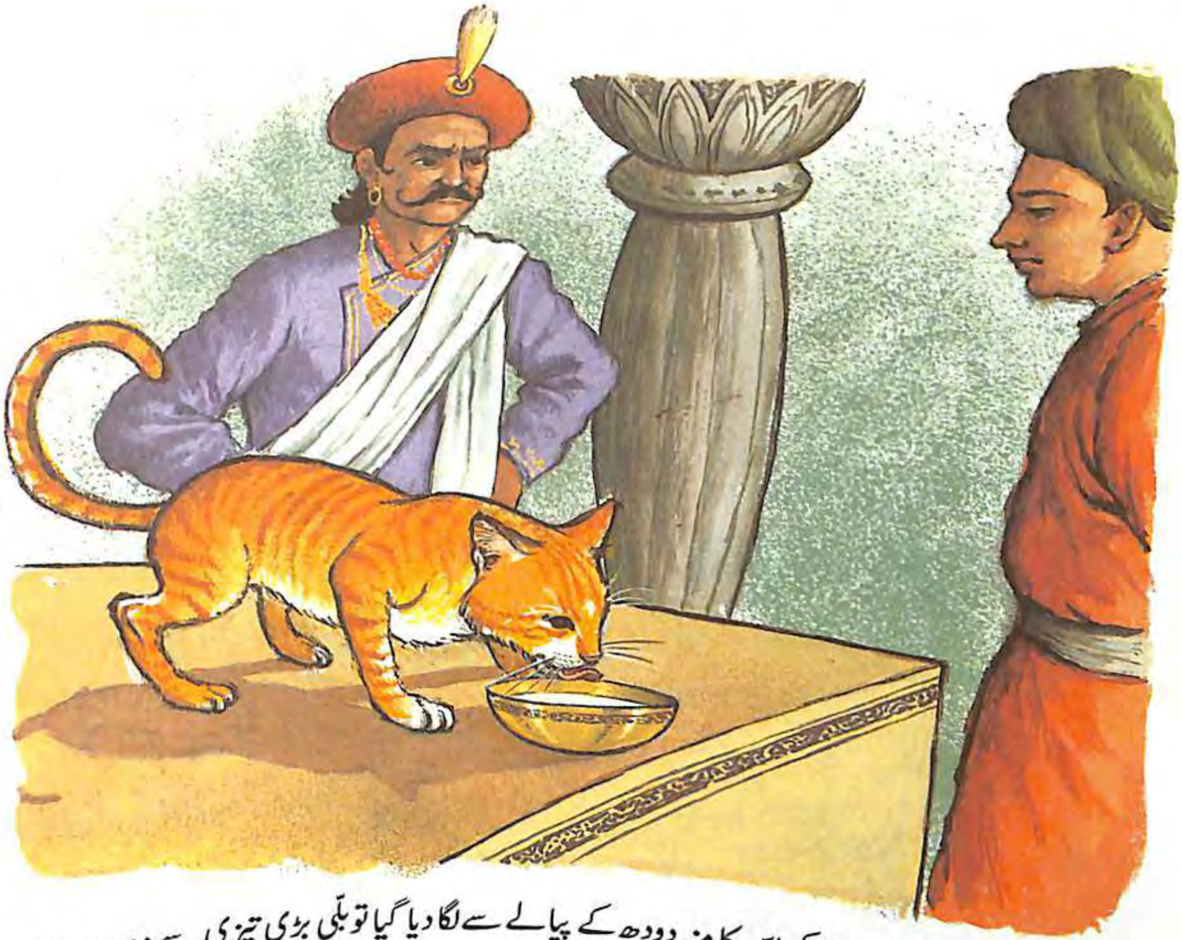

جب بلّی کا سر زبردستی جھکا کر اس کا منہ دودھ کے پیالے سے لگا دیا گیا تو بلّی بڑی تیزی سے دودھ پینے لگی۔ راجا، تینالی رمن پر حد سے زیادہ خفا ہوا اور حکم دیا کہ اس کا سر تن سے جدا کر دیا جائے۔ دو شاہی محافظ، تینالی رمن کو جنگل میں لے گئے تا کہ اس کا سر اڑا دیا جائے۔ انھوں نے تینالی رمن سے کہا ”شریمان! چوں کہ ہم کو راجا کے حکم کی تعمیل کرنا ہے، اس لیے آپ بھگوان کی پرارتھنا آخری بار کر لیں“۔

تینالی رمن نے جواب دیا ”میرے بچو! مجھے معلوم ہے کہ تم کو اپنی ڈیوٹی پوری کرنی ہے۔ لیکن بغیر غسل کیے میں بھگوان کی پوجا کیسے کر سکتا ہوں!“ ”مجھے پاس کے تالاب میں لے چلو“

محافظوں نے رمن کی اس بات کو مان لیا اور وہ اس کو پانی سے بھرے ہوئے ایک تالاب میں لے گئے۔ تینوں لوگ تالاب کے اندر کر پانی تک چلے گئے۔

تینالی رمن نے دونوں گارڈوں کو اپنے دائیں بائیں کھڑا کر دیا۔ اور کہا۔ ”اگر تم دونوں میری گردن ایک ساتھ، اس وقت کاٹ دو جب میرے منہ سے 'اوم' نکلے تو تمھارے اوپر ایک برہمن کو قتل کرنے کا گناہ نہیں ہوگا“۔

گارڈوں نے اس کی بات پر یقین کرلیا۔ جیسے ہی انھوں نے تلوار سادھی، تینالی رمن نے زور سے 'اوم' کہا اور اپنا سر غڑاپ سے پانی کے اندر کرلیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں گارڈوں کی تلواریں ایک دوسرے کی گردن میں دھنس گئیں اور دونوں مردہ ہوکر گر پڑے۔ تینالی رمن گھر واپس آ گیا۔

اگر چہ راجا اس بات سے خوش تھا کہ تینالی رمن اپنی چالاکی سے زندہ واپس آ گیا ہے، تاہم اس کو سزا ملنی ہی چاہیے کیوں کہ اس نے راجا کے دو گارڈوں کو مروادیا تھا۔

کرشنا دیورایا نے اپنے سپاہیوں سے کہا "اس کو لے جاؤ اور گردن تک زمین میں گاڑ دو۔ اس کے بعد اس کا سر ہاتھی کے پیروں سے کچلوادو"۔

سپاہی اس کو دریا کے کنارے لے گئے اور ایک گہرا گڑھا کھود کر تینالی رمن کو اس میں بٹھا دیا اور گردن تک اس کو گڈھے میں مضبوطی سے گاڑ دیا۔ سپاہی اس بات سے مطمئن ہوکر کہ تینالی رمن اس گڑھے سے نکل نہیں سکتا کیوں کہ وہ گردن تک زمین میں گڑا ہوا ہے، ہاتھی لانے کے لیے شہر چلے گئے۔

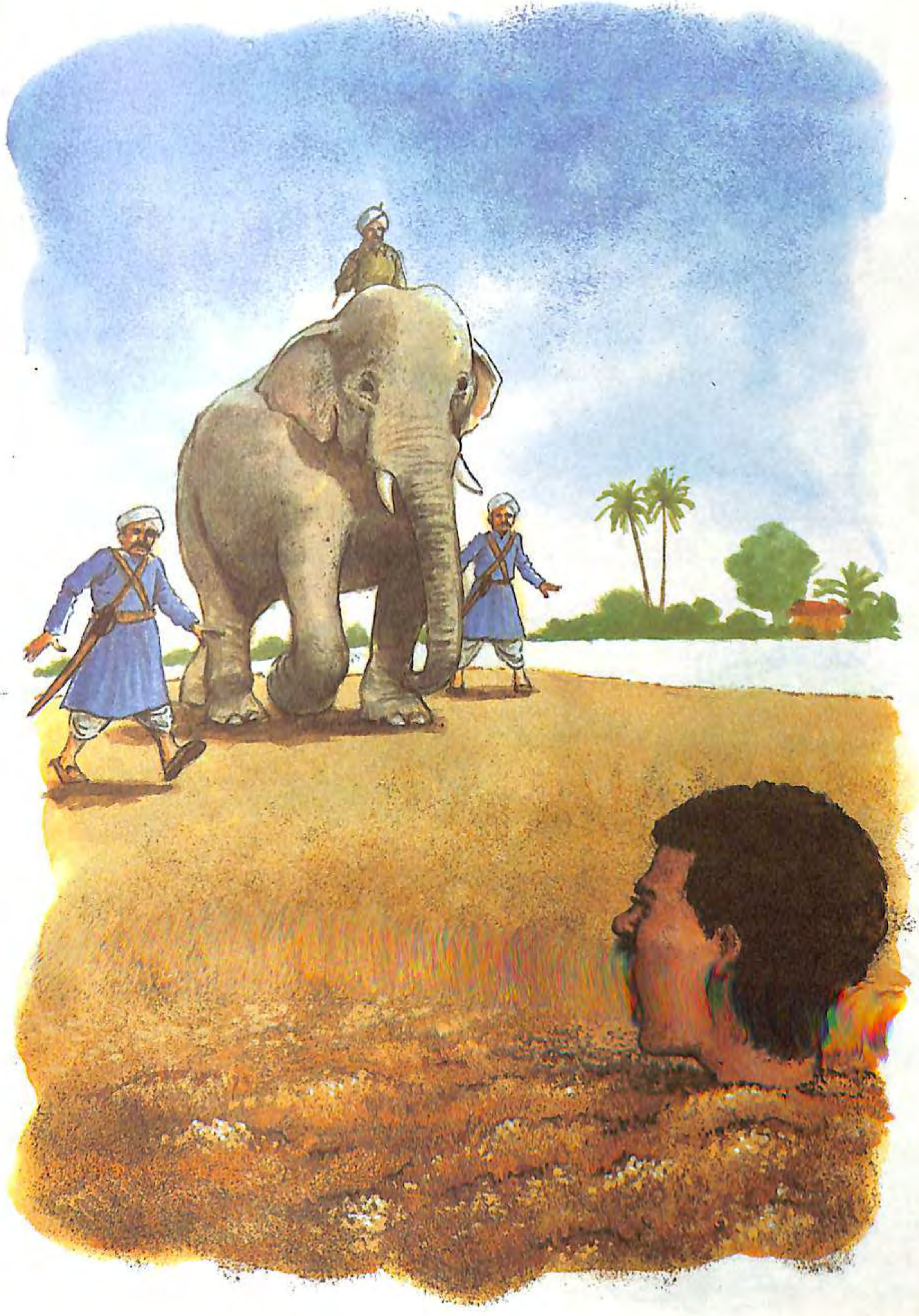

اس درمیان، تینالی رمن نے راجا کے اس کُبڑے دھوبی کو دیکھا جو اپنی پیٹھ پر گندے کپڑوں کا ایک بڑا گٹھر لادے ہوئے دریا کی طرف آرہا تھا۔ دھوبی نے تینالی رمن کو اس حالت میں دیکھ کر پوچھا شریمان! آپ یہاں کیسے اور اس حالت میں؟ کس نے آپ کو گڈھے میں گاڑ دیا ہے''۔

اچانک تینالی رمن کے دماغ میں ایک نئی ترکیب آگئی۔ وہ بولا ''تم نے شاید نہیں دیکھا ہے، لیکن میری پیٹھ میں ایک ہلکا سا کوبڑ ہے۔ مجھے حال ہی میں دواؤں کی ایک نئی کتاب ملی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ اگر کوئی دریا کے کنارے ایک گڑھے میں بیٹھ کر، گردن تک مٹی میں دفن ہو جائے اور کئی گھنٹے تک بیٹھا رہے تو کوبڑ غائب ہو جائے گا۔ میں اسی کو آزمارہا ہوں۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میری پیٹھ کا کوبڑ اب غائب ہو گیا ہے۔ اس کو دیکھنا چاہیے۔ کیا تم مٹی ہٹا کر مجھے اس گڑھے سے باہر نکالو گے؟''

دھوبی نے کپڑے کا گٹھر ایک طرف پھینکا اور مٹی ہٹا کر تینالی رمن کو گڑھے سے باہر نکال لیا۔ جب اس نے تینالی رمن کو بالکل سیدھے ہو کر کھڑے ہوئے دیکھا تو بولا ''صاحب! میں بھی اس نسخے کو آزمانا چاہتا ہوں۔ کیا آپ مجھے گڑھے میں گردن تک دفن کر دیں گے؟'' بے شک میں ایسا ہی کروں گا لیکن تمھارے پیٹھ کا جھکاؤ زیادہ ہے، اس لیے تم کو گڈھے میں زیادہ وقت دینا پڑے گا ورنہ یہ کوبڑ ٹھیک نہیں ہوگا''۔

دھوبی کو اس بات کا یقین دلانے کے بعد تینالی رمن نے اس کو گڈھے میں گردن تک مضبوطی سے دفن کر دیا اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس مرتبہ وہ راجا کے پاس نہیں گیا۔

جب راجا کے سپاہی ہاتھی لے کر واپس دریا کے کنارے پہنچے تو یہ دیکھ کر تعجب میں پڑ گئے کہ گڑھے میں کوئی دوسرا شخص گردن تک دفن ہے۔ جب انھوں نے پوچھ گچھ کی تو پتا چلا کہ کس طرح راجا کا دھوبی اس گڈھے میں دفن ہو گیا ہے۔ ان کی سمجھ میں فوراً ہی آ گیا کہ تینالی رمن نے ان کو بے وقوف بنایا ہے۔ انھوں نے دھوبی کو گڑھے سے نکال لیا۔

اگلی صبح تینالی رمن ایک پنڈت کے اسٹائل میں، دھوتی اور شال کے ساتھ راج دربار میں حاضر ہو گیا۔ راجا کو تینالی رمن کے بارے میں اپنے فیصلے پر پہلے ہی سے افسوس تھا، اس لیے اس کو زندہ دیکھ کر بہت خوش ہوا اور بولا۔ رمن میں نے تو سپاہیوں کو حکم دیا تھا کہ وہ تمہارا سر، ہاتھی کے پیروں سے کچلوا کر تم کو ہلاک کر دیں لیکن تم واپس کیسے آ گئے؟''

تینالی رمن نے راجا کو بتایا کہ کس طرح کبڑے دھوبی نے اس کو گڑھے سے باہر نکالا تھا۔ راجا اس پورے واقعے کو سن کر بہت ہنسا اور اس نے خوش دلی سے تینالی رمن کو معاف کر دیا۔

ساہسر اگھنٹا شاعر کی شکست

تینالی رمن کے زمانے میں ایک شاعر اور پنڈت تھا جس کا نام پراگدا نارا سا راجو تھا۔ اس نے سارے ملک کا سفر کیا تھا اور بے شمار پنڈتوں اور شاعروں کو، کئی ریاستوں میں، نظم خوانی اور مباحثہ و مناظرے میں ہرایا تھا۔ بہت سے شاعروں اور فاضل پنڈتوں کو شکست دینے کے بعد، وہ سفر کرتے ہوئے راجدھانی وجے نگر میں پہنچا۔ اس کے ساتھ اس کے شاگرد بھی تھے۔ جب اس نے اپنی آمد کی خبر کرشنا دیورایا کو پہنچائی تو راجا نے اس کو اپنے دربار میں آنے کی دعوت دی۔

شاہی مجلس میں پہنچنے کے بعد، وہ کھڑا ہو گیا اور فخریہ انداز میں سب کو مخاطب کر کے بولا۔ ''مہاراج''، میں نے لاتعداد شاعروں اور پنڈتوں کو کئی ایک ریاستوں میں، مقابلے میں شکست دی ہے، جس کی وجہ سے مجھے، ساہسر اگھنٹا شاعر ''یعنی سو قلموں کے شاعر کا خطاب ملا ہے۔ اب میں آپ کی سلطنت میں، آپ کے اَشٹ دِگجوں کی شہرت سن کر آیا ہوں۔ میں ہر قسم کی نظم پڑھنے کا ماہر ہوں چاہے وہ نئے زمانے کی نظم ہو، کلاسیکل نظم ہو یا مزاحیہ نظم ہو۔ میں ایک گھنٹے میں سو نظمیں لکھ سکتا ہوں۔ اور سنا سکتا ہوں۔ اگر کوئی دوسرا شاعر نظم سنائے تو میں اپنے قلم کو روکے بغیر، مسلسل لکھ سکتا ہوں۔ میں دوسروں کی لکھی ہوئی نظموں کی خامیوں کو ظاہر کر سکتا ہوں۔ میں یہاں آپ کے، فخر کرنے والے شاعروں کو شکست دینے کے لیے آیا ہوں۔ مہربانی کر کے اپنے شاعروں اور میرے درمیان مقابلے کا بندوبست کیجیے۔''

اس کا یہ بیان سن کر دربار کے شاعر سناٹے میں آ گئے۔ ان کو اندیشہ تھا کہ اگر ہم کو مقابلے میں شکست ہو گئی تو ہمارا سخت محنت سے حاصل کیا ہوا اعزاز، ایک ہی ہلّے میں غائب ہو جائے گا۔

اور ہم مہاراجہ کرشنا دیورایا کا پیار بھی کھو دیں گے کیوں کہ ان کی ہار سے اس کے وقار کو بھی چوٹ پہنچے

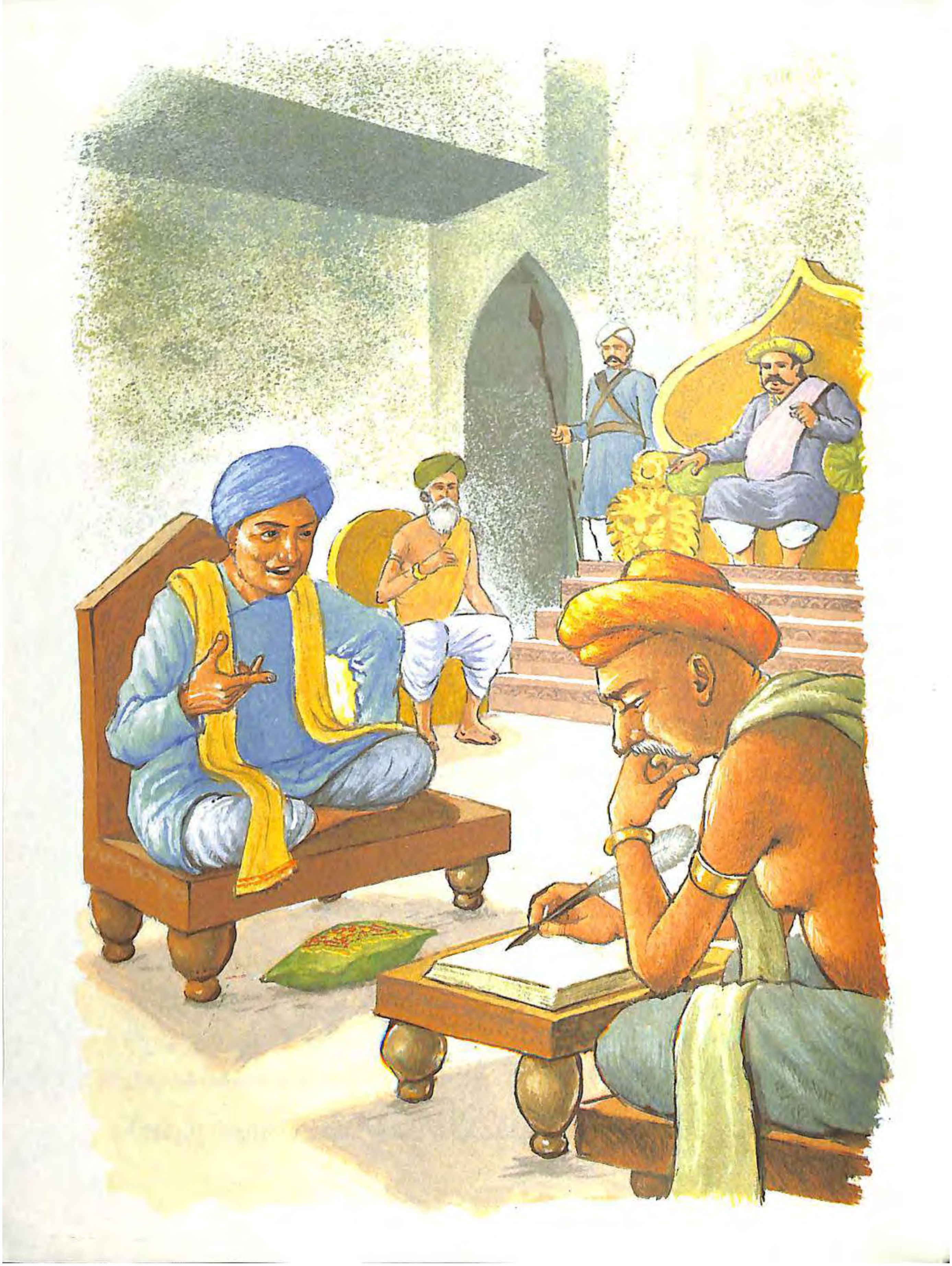

گی۔لیکن تینالی رمن کو یقین تھا کہ وہ اپنے مخالف شاعر کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائے گا۔

مباحثہ شروع ہوا اور پُران، وید اور منطق کی بحث میں ناراسا راجو ہر دن، دربار کے شاعروں سے بازی لے جا رہا تھا۔ایک دن تینالی رمن نے اس کو چیلنج کرتے ہوئے کہا کہ ایک نظم میں سناتا ہوں تم اس کو لکھو۔اب اس نے ایک ایسی نظم پڑھنا شروع کی جو ایک ایسی آواز سے شروع ہوتی تھی، جس کو تیلگو زبان میں لکھا ہی نہیں جا سکتا تھا۔نظم کے الفاظ اس طرح تھے۔

''پترا وتا بابا تھالا پائی

بُواتا جابلی والومَ بجاتا''

''پترا وتا'' جیسے نامانوس لفظ سے پریشان ہو کر، ناراسا راجو جب لکھنے بیٹھا تو کئی مرتبہ اس لفظ کو لکھا اور کاٹا۔اس دوران تینالی رمن اپنی پوری نظم سنا چکا تھا جسے ناراسا راجو پوری طرح نہیں لکھ سکا۔

تینالی رمن نے اس کو جھڑکتے ہوئے کہا۔''جب تم دوسرے کی سنائی ہوئی نظم ہی کو لکھ نہیں سکے، تو تم دوسروں کی نظموں کی غلطیاں کیا بتاؤ گے؟''

یہ بات سن کر ناراسا راجو سر جھکا کر بیٹھ گیا۔اس پر تینالی رمن نے پھر وار کیا۔''جس نے بھی تمہاری جیسی معمولی قابلیت رکھنے والے شاعر کو ''ساہسرا گھنٹا گرو''یعنی سو قلموں کا شاعر بتایا ہے، اس کو میں کیا کہوں لیکن ہم جیسے پنڈتوں سے مقابلہ کرنے کا خیال بھی نہ لانا۔ہم لوگ تو ''لکشا گھنٹا شاعر'' ہیں جو ایک ہی وقت میں ایک لاکھ قلموں کے مالک ہو سکتے ہیں''۔

کرشنا دیورایا نے بہرحال دونوں شاعروں کی تعریف کی اور کہا کہ دونوں کے پاس یکساں قابلیت ہے۔یہ دونوں اس ہیرے کی طرح ہیں جس کو ایک ہیرا ہی کاٹ سکتا ہے۔اس نے دونوں ہی کو بہت سے تحفے اور رقم دی۔

ناراسا راجو نے وہ پازیب نکالا جو اس کو اس کی قابلیت کے اعتراف میں دیا گیا تھا، اور اس کو تینالی رمن کے پاؤں میں پہنا دیا۔اس نے رمن سے کہا اس پازیب کے حق دار مجھ سے زیادہ تم ہو۔''اب میں جہاں بھی کسی مقابلے میں جاؤں گا وہاں انکساری سے پیش آؤں گا۔تم نے آج میری آنکھیں کھول دی ہیں''۔اس نے مہاراجا سے اجازت مانگی اور اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔

کرشنا دیورایا نے تینالی رمن کی بے حد تعریف کی کہ اس نے وجے نگر کے سمان کو بچا لیا۔

پنڈت ڈر گیا

کُم کُم بھوٹلو ایک بہت شہرت یافتہ پنڈت تھا اور اس کو ہر ایک شاستر کا بہترین علم تھا۔ بحث میں اس شخص کے مقابل آنے کے ڈر سے کئی ریاستوں کے پنڈتوں نے اپنی شکست مان لی تھی۔ بہت سی فتوحات حاصل کرنے کے بعد وہ وجے نگر کے راج میں، وہاں کے ''اَشٹ دِگجوں'' کو ہرانے کے خیال سے آ پہنچا۔ اس نے راجا سے ملاقات کی اور بحث کے لیے دن مقرر کروانے کے بعد ہی اپنے مکان پر واپس آ گیا۔

کُم کُم بھوٹلوں کی فتوحات اور اس کے حاصل کیے ہوئے خطابات کے بارے میں سن کر، پیڈانا جیسے عظیم شاعر نے اس کے ساتھ مباحثے میں شرکت کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کی۔ لیکن دوسرا کوئی راستہ بھی نہیں تھا۔ پیڈانا اور دربار کے دوسرے شاعر ایک ساتھ تینالی رمن کے پاس پہنچے اور اس سے کہا۔ ''تینالی رمن! اس مرتبہ بھی تم ہی ہماری عزت بچا سکتے ہو۔ تمھیں یہ دیکھنا ہوگا کہ ہمارے نام اور شہرت پر کوئی آنچ نہ آئے''۔

اگر وہ کُم کُم بھوٹلو کو شکست نہ دے سکے تو ان کا سخت محنت سے حاصل کیا ہوا وقار ختم ہو جائے گا۔ تینالی رمن یہ سوچتے ہوئے، کوئی چال چلنے پر غور کرنے لگا۔

دوسرے دن تینالی رمن، کُم کُم بھوٹلو کے مکان پر گیا اور خود کو گروکل آسرم کا چیلا ظاہر کرتے ہوئے، مکان کے باہر بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ اس درمیان رات کا کھانا کھانے کے بعد کُم کُم بھوٹلو مکان کے باہر آ کر ٹہلنے لگا۔ کُم کُم بھوٹلو کو دیکھ کر، تینالی رمن نے ایک بڑی خوبصورت نظم پڑھنی شروع کر دی۔

یہ نظم سن کر کُم کُم بھوٹلو اس کے پاس گیا اور بولا ''تم کون ہو، اور یہاں بیٹھ کر کیا کر رہے ہو؟'' ''کچھ خاص

نہیں۔ میں تینالی رمن کا شاگرد ہوں اور اپنے ایک ساتھی کا انتظار کر رہا ہوں۔ میرے استاد کو کل ہونے والی بحث کے لیے ایک کتاب کی ضرورت ہے۔ کتاب لینے کے لیے جاتے ہوئے، میں یہاں اپنے ساتھی کا انتظار کرنے بیٹھ گیا ہوں۔ اگر اس سے آپ کو پریشانی ہوتی ہے، تو میں چلا جاتا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ گُم گُم بھوٹلو نے اس کو روکتے ہوئے کہا۔ ''نہیں نہیں! میں تو صرف یہ جاننا چاہتا تھا کہ تم کون ہو۔ تمھارے استاد اس وقت کیا کر رہے ہیں۔''

''جناب عالی! ایک بہت مشہور پنڈت دربار میں آئے ہیں۔ میرے استاد کو راجا اور دوسروں نے ان پنڈت سے بحث میں مقابلہ کرنے کے لیے نامزد کیا ہے۔ اس بات کے لیے وہ بہت سی کتابوں کا مطالعہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔'' اتنا کہہ کر وہ اپنے راستے چلا گیا۔

گُم گُم بھوٹلو نے خود اپنے سے کہا'' کیسا حیرت انگیز معاملہ ہے۔ اگر تینالی رمن کا شاگرد اتنا قابل ہے، تو اس کا استاد تینالی رمن تو بہت ہی زیادہ عالم فاضل ہوگا۔ اس بات کو سمجھے بغیر میں دربار میں پہنچ گیا اور لاف زنی کرنے لگا۔ عام آدمی کے سامنے بے عزت ہونے سے پہلے ہی مجھے فرار ہو جانا چاہیے''۔

دوسرے دن صبح تڑکے ہی اس نے وجے نگر چھوڑ دیا۔ دربار کے ہر شخص کو اس بات کی خوشی تھی کہ آخر تینالی رمن کی چال کامیاب ہو گئی۔

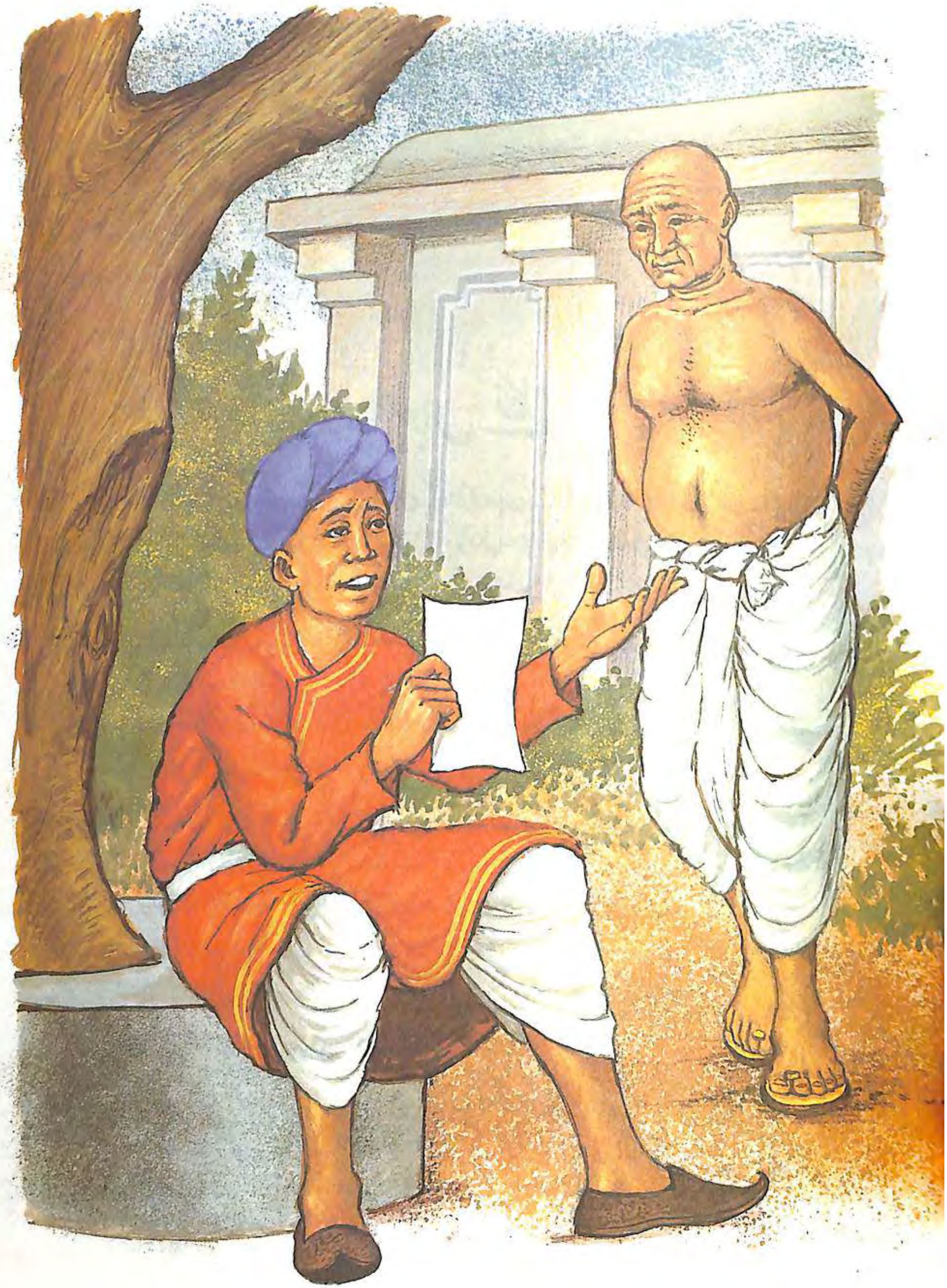

چور، باغباں نکلے

ایک دن کرشنا دیورایا اپنی ریاست کے قید خانے میں گئے تاکہ وہاں کے لوگوں کا حال خود دیکھ سکیں۔ ایک کے بعد ایک قیدی ان کے پاس آتے رہے اور اپنے جرائم کا حال، سزا کی مدّت اور قید خانے کے روزمرّہ کے مسائل کے بارے میں ان کو آگاہ کرتے رہے۔

دو بدمعاش قیدی راجا کے پاس پہنچے اور اس سے کہا۔ ''مہاراج! ہم لوگ بہت عرصے تک لوگوں کا مال لوٹ کر اپنی گزراوقات کرتے رہے ہیں۔ اس سے پہلے بھی ہم کو کئی بار سزا ہو چکی ہے۔ ہم نے اب اپنی غلطی کو محسوس کر لیا ہے۔ اب ہم کوئی جُرم نہیں کریں گے اور وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ شریفانہ زندگی بسر کریں گے۔ ہم آپ سے التجا کرتے ہیں کہ ہمیں قید سے رہائی دلوادیں۔''

کرشنا دیورایا کے دماغ میں اچانک ایک شرارت آمیز خیال آیا۔ اس نے کہا ''تم لوگوں نے ابھی مجھ سے کہا تھا کہ تم دوسروں کا مال چرانے میں بڑی مہارت رکھتے ہو۔ اگر آج رات تم تینالی رمن کے مکان میں داخل ہو کر، بغیر کسی کو نقصان پہنچائے، سونا چاندی اور زیورات چُرا لاؤ اور تم کو کوئی پکڑ نہ سکے اور یہ سب مال مجھ کو دے دو تو میں تم کو قید سے رہا کر دوں گا۔''

راجا کا یہ چیلنج قبول کرتے ہوئے دونوں چور، تینالی رمن کے مکان کے پیچھے پائیں باغ میں، شام کو اندھیرا ہوتے ہی جا کر ایک جھاڑی دار پیڑ کے پیچھے چھپ گئے۔

تینالی رمن رات کو کھانا کھانے سے پہلے اپنے پیر دھویا کرتا تھا۔ جب وہ مکان کے پیچھے کے باغیچے میں جا کر حسبِ معمول کھانے سے پہلے اپنے پاؤں دھونے لگا تو اس نے محسوس کیا کہ جھاڑی دار پیڑ کے پیچھے کوئی چھپا ہوا ہے۔ وہ فوراً ہی مکان کے اندر واپس گیا اور اپنے تمام زیورات اور سونا چاندی ایک محفوظ جگہ پر چھپا دیے۔

جب وہ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کے لیے پیچھے باغ کی طرف گیا تو اس نے چلّا کر اپنی بیوی سے کہا۔ ''ارے! کیا تم نے سنا ہے کہ آج کل رات میں سڑکوں پر چور منڈلاتے پھر رہے ہیں۔ اچھا ایسا کرتے ہیں کہ تمھارے سب زیورات ایک پوٹلی میں باندھ کر کنویں میں ڈال دیتے ہیں۔ چور ہرگز نہیں سمجھ پائیں گے کہ زیورات کہاں رکھے ہیں۔ جب چوروں کا خطرہ ٹل جائے گا تو ہم کنویں سے زیورات کی پوٹلی باہر نکال لیں گے''۔

کچھ دیر کے بعد اس نے کنویں میں دو بھاری بنڈل پھینک دیے اور مکان کے اندر واپس جا کر بیچ کا دروازہ بند کر لیا۔ اس کے بعد وہ ایک دوسرے راستے سے چپ چاپ پیچھے کے کچن گارڈن میں پہنچ گیا اور چوروں پر نظر رکھنے لگا۔

چوروں نے اپنی خوش قسمتی پر خود کو مبارک باد دی۔ ایک چور کنویں کے باہر پہرہ دینے لگا اور دوسرا کنویں کے اندر اتر گیا اور زیورات کا بنڈل تلاش کرنے لگا۔ اس نے بہتیری کوشش کر ڈالی لیکن زیورات کا بنڈل اس کے ہاتھ نہیں آیا۔ اس کے بعد وہ کنویں سے باہر آ گیا اور دوسرے چور سے بولا ''بھائی! مجھے سخت تلاش کے بعد بھی وہ بنڈل نہیں ملا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کنواں بالکل بھرا ہوا ہے۔ جب تک ہم اس کو پانی سے خالی نہیں کر دیں گے، اس وقت تک زیورات کا ملنا مشکل ہے۔''

چوروں نے کنویں سے پانی نکالنا شروع کر دیا۔ تینالی رمن نے بغیر، چوروں کی نظر میں آئے۔ چپ چاپ چھوٹی چھوٹی نالیاں بنانا شروع کر دیں تا کہ ان کے ذریعے پانی، باغ کے پیڑوں اور پودوں تک پہنچ سکے کیوں کہ یہ سب پانی نہ ملنے کی وجہ سے سوکھے جا رہے تھے۔ اس نے اس بات کا پورا خیال رکھا کہ پانی بے کار نہ جائے۔ چور مسلسل کنویں سے پانی نکالتے رہے مگر پانی تھا کہ کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

اب رفتہ رفتہ صبح ہوتی جا رہی تھی۔ ایک چور دوبارہ کنویں میں اتر گیا اور اچھی طرح تلاش کرنے کے بعد ناامید ہو کر باہر آ گیا۔ اب دوسرا چور کنویں کے اندر گیا اور کہا ''اب میں تلاش کرتا ہوں''۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ کنویں سے باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں کپڑوں کے دو بنڈل تھے۔ جب ان کو کھولا گیا تو اس میں کنکر پتھر بھرے ہوئے تھے۔ یہ محسوس کر کے کہ تینالی رمن نے ان کے ساتھ شرارت آمیز چال چلی ہے، وہ دونوں پچھلے دروازے سے بھاگ جانے کی فکر کرنے لگے۔ تینالی رمن نے ان کو دیکھ کر کہا ''دوستو! تمھاری مدد سے میں نے اپنے زیادہ تر پیڑ پودوں کو پانی دے دیا ہے۔ کچھ پودے باقی رہ گئے ہیں۔ تم ان کے لیے کنویں سے پانی کیوں نہیں نکال رہے ہو؟''

تینالی رمن کی بات سن کر دونوں چور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ سڑک پر نگرانی کرنے والے

سپاہی نے جب ان کو اس طرح بھاگتے دیکھا تو ان کو دوڑ کر پکڑ لیا اور چور سمجھ کر دوبارہ قید خانے میں پہنچا دیا۔
کرشنا دیورایا نے جب یہ پورا قصہ سنا تو تینالی رمن کی حاضر دماغی کے لیے اس کی بڑی تعریف کی۔

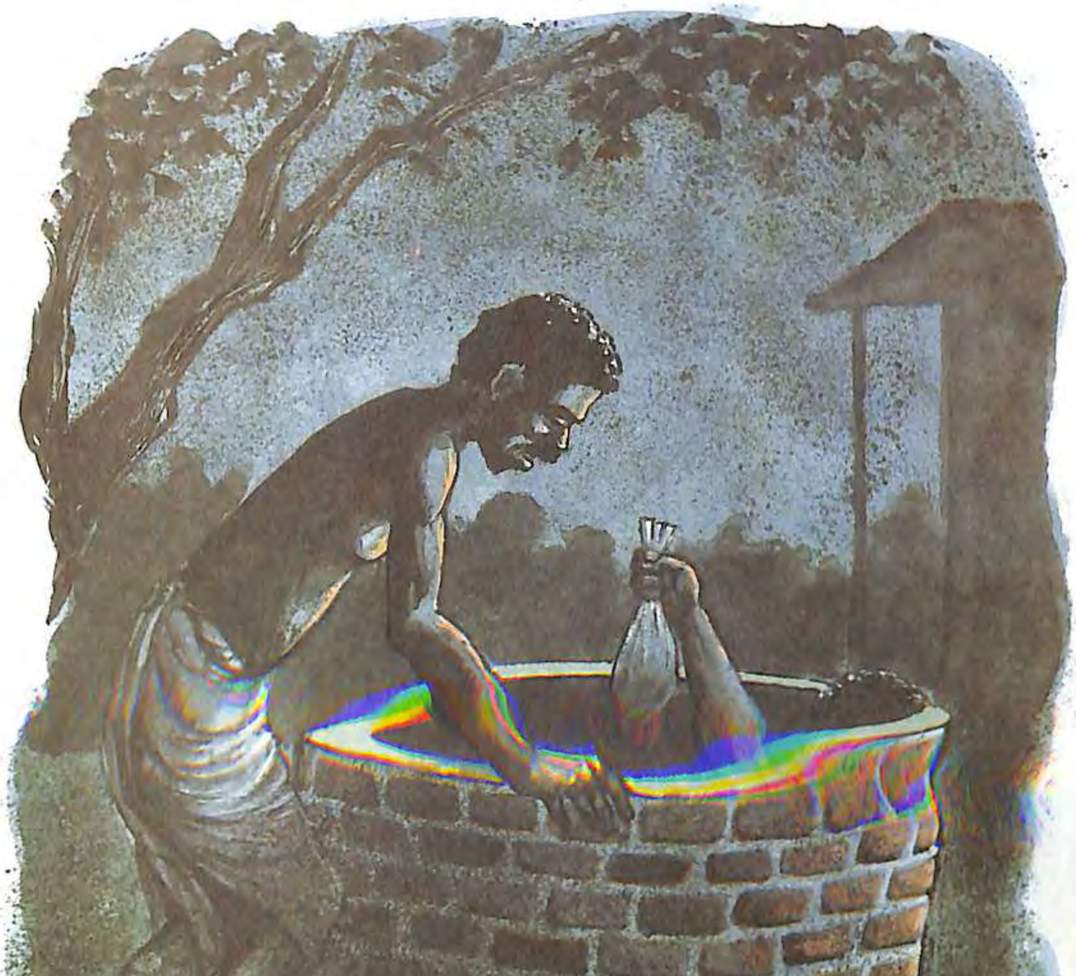

پرتیا کشارامائن

نیلّو رشہر کا ایک نام سمہاپوری بھی تھا۔ سمہاپوری کی رقاصائیں پورے ملک میں سب سے زیادہ تیز طرّار سمجھی جاتی تھیں۔ ان کو ہر فن میں کمال حاصل تھا اور وہ بڑے بڑے پنڈتوں کو عالمانہ بحث مباحثے میں شکست دے سکتی تھیں۔

تینالی رمن کو جب ان کے بارے میں علم ہوا تو اس نے ان کو ایسا سبق سکھانے کا فیصلہ کیا جس کو وہ کبھی بھول نہ سکیں۔

ایک دن وہ راجا کے پاس گیا اور بولا ''مہاراج! آپ نے سمہاپوری کی خود پسند مگر قابل رقاصاؤں کے بارے میں ضرور سنا ہوگا۔ یہ رقاصائیں بڑے مشہور پنڈتوں کو ملک بھر میں شکست دے رہی ہیں اور ان کی عزت اتار رہی ہیں۔ میں ان کی صلاحیتوں کا امتحان لینا چاہتا ہوں۔ میں جا کر اپنی صلاحیتوں کو ان سے ٹکراؤں گا''۔

راجا نے نہ صرف تینالی رمن کی بات مان لی بلکہ اس کو کچھ رقم دے کر فوراً روانہ ہونے کے لیے کہا۔ جب تینالی رمن سمہاپوری پہنچ گیا تو اس نے رقاصاؤں کے بارے میں پتا لگایا۔ اس کو معلوم ہوا کہ ایک رقاصہ جس کا نام لاٹنگی ہے، بہت عالم فاضل ہے اور اس نے ادبی بحث میں بہت سے پنڈتوں پر فتح حاصل کی ہے۔

تینالی رمن جب اس کے مکان پر پہنچا تو لاٹنگی نے اس کا بڑی خوش اخلاقی سے استقبال کیا اور کہا کہ وہ اس کے بارے میں اور اس کے نام وشہرت کے بارے میں کافی سن چکی ہے۔ اس نے رمن سے پوچھا کہ وہ کون سا ''پُران'' پڑھ سکتا ہے۔

تینالی رمن نے بڑے فخر سے بتایا کہ اس نے سبھی ''پُران'' پڑھے ہیں اور اس میں سے کوئی بھی پُران سنا سکتا ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ وہ پُران پڑھنے کے ساتھ ساتھ، اس کے معنی کے مطابق ایکٹنگ بھی کر سکتا ہے۔ لاٹنگی نے اس کو اسی شام اپنے گھر آنے اور پُران پڑھ کر سنانے کی دعوت دی۔ تینالی رمن نے رات کا کھانا

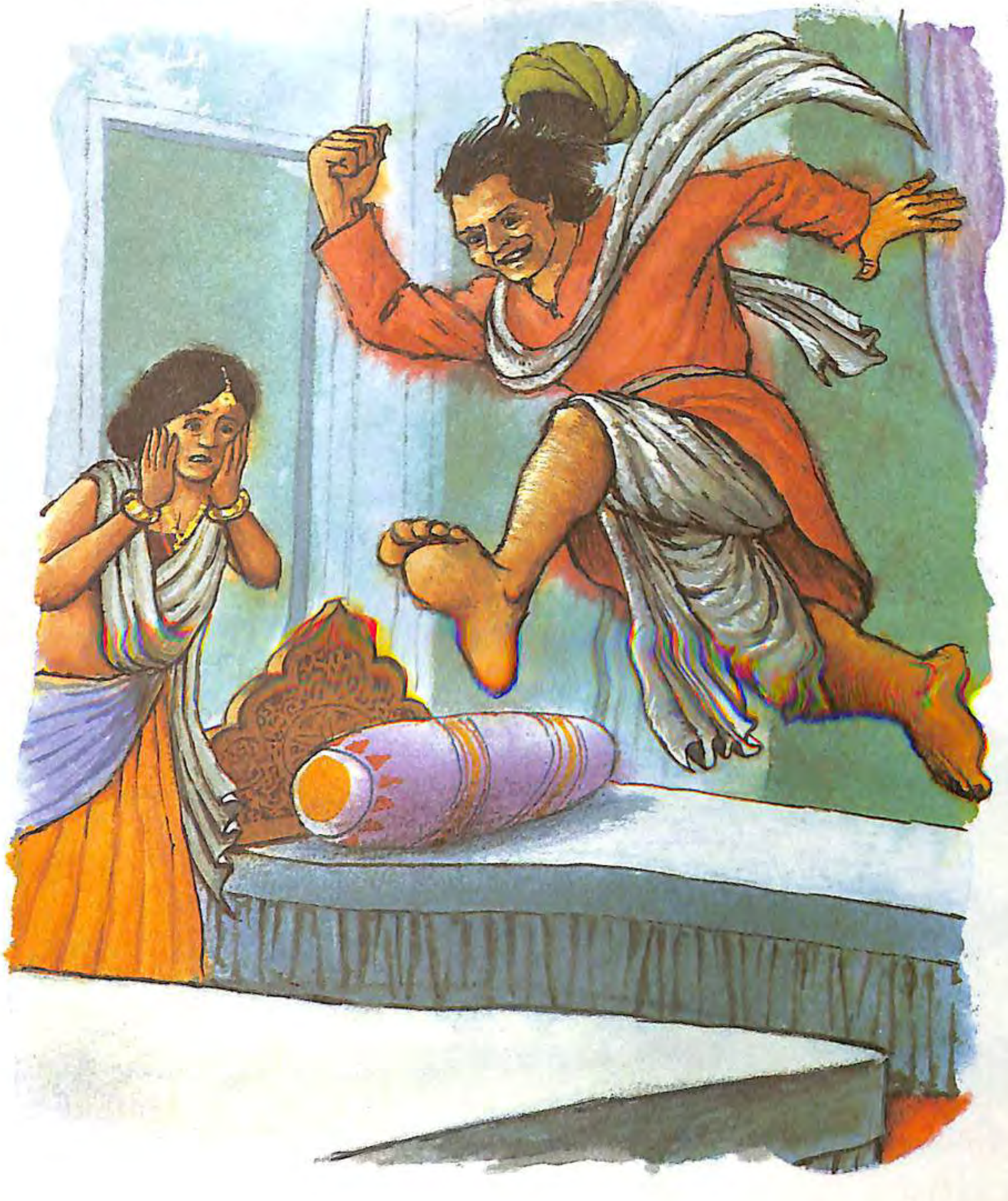

بہت پہلے ہی کھالیا اور شام ہوتے ہی مناسب لباس پہن کر لاٹنگی کے مکان پر پہنچ گیا۔

لاٹنگی اس کا انتظار ہی کر رہی تھی۔ اس نے رمن کو ایک آرام دہ کرسی پر بٹھایا اور کہا "اے شاعروں کے شاعر! پنڈت لوگ کہتے ہیں کہ رامائن کا "سندر کانڈ" بہت مزے کا ہے۔ اس لیے میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ اس کو پڑھنے اور رامائن کے اس حصے کی ایکٹنگ کر کے دکھایئے"۔

تینالی رمن نے جواب دیا۔ "یہ تو بہت آسان ہے"۔

پہلے تو تینالی رمن نے بہت عمدہ انداز میں پڑھنا شروع کیا اور پھر اچانک کھڑا ہو کر بولا "دیکھو! ہنومان نے مہندرا پربت کو اس طرح ناپا تھا" یہ کہہ کر وہ اس کی چارپائی پر زور سے کود گیا۔ طاقتور ہنومان ایک پربت سے دوسرے پربت تک اس طرح کودتا رہا" یہ کہہ کر وہ دوسری چارپائی پر کود گیا۔ یہ کہہ کر ہنومان نے لنکنی کو، جو لنکا شہر کی حفاظت کر رہی تھی، اس طرح دبوچا اور گھونسوں کی بارش کر دی۔ وہ لاٹنگی کی پیٹھ پر زور زور سے ہاتھ مارنے لگا۔ اس کے بعد یہ کہہ کر کہ ہنومان نے اس طرح لنکا کو جلایا تھا، اس نے لاٹنگی کے کپڑوں اور دوسرے ساز و سامان میں آگ لگا دی۔ پھر یہ پڑھتے ہوئے کہ ہنومان نے اپنے جسم سے اٹھتے شعلوں کو کس طرح سمندر میں کود کر بجھایا، وہ مکان کے پچھواڑے جا کر کنویں کے پانی سے نہانے لگا۔

لاٹنگی عدالت میں چلی گئی اور تینالی رمن کی ان خراب حرکتوں کے خلاف انصاف کی طالب ہوئی۔ تینالی رمن نے دربا میں حاضر ہو کر جج سے کہا کہ اس نے رامائن کے قصے کو تھیٹر کے انداز میں ایکٹنگ کر کے دکھانے کی کوشش کی تھی کیوں کہ لاٹنگی نے خود اس کے لیے مجھ سے کہا تھا، اس لیے اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ جج نے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا "لاٹنگی! اگر یہ سچ ہے کہ تم نے رامائن کے ڈرامے کو ایکٹنگ کر کے دکھانے کے لیے تینالی رمن سے کہا تھا، تو اس کو سزا دینا غلط ہوگا۔ میں اس کو بَری کرتا ہوں"۔ جج کو پہلے ہی سے معلوم تھا کہ سمہا پوری کی قابل رقاصائیں جان بوجھ کر پنڈتوں کی بے عزتی کرتی ہیں۔ تینالی رمن وجے نگر واپس آ گیا اور اس نے راجا کو تفصیل سے بتایا کہ اس نے وہاں کس طرح کامیابی حاصل کی۔ تینالی رمن نے ایک نظم کی دو لائنیں پڑھ کر سنائیں جس میں سمہا پوری کی رقاصاؤں کے حسن کی تعریف کی گئی تھی۔ سارے درباری اس کو سن کر بہت خوش ہوئے۔

رانی مصیبت میں

کرشنا دیورایا، اپنی تمام رانیوں میں سے چن نما کو زیادہ چاہتا تھا۔ وہ بہت محبت کرنے والی اور وفادار رانی تھی۔

کرشنا دیورایا اکثر اپنی نجی گفتگو میں تینالی رمن سے کہا کرتا تھا کہ وہ چن نما دیوی کو بہت زیادہ پیار کرتا ہے اور یہ پیار تبھی ممکن ہے جب اس کا رشتہ اس کے پچھلے جنم سے رہا ہو۔

تینالی رمن اس کو خبردار کر دیتا تھا کہ انتہا پسندی کسی بھی معاملے میں اچھی نہیں ہوتی۔ بہت زیادہ محبت بھی بعض وقت مسائل پیدا کر دیتی ہے۔

راجا اس کے اس خیال سے متفق نہیں تھا۔ ''اے شاعروں کے شاعر! رانی چن نما کے بارے میں میرا دل کبھی نہیں بدل سکتا۔ میں جانتا ہوں کہ انتہا پسندی اچھی چیز نہیں ہے لیکن یہ اصول ہر معاملے میں لاگو نہیں ہوتا۔ کیا میں اتنا بھی نہیں جانتا!''

کچھ دنوں کے بعد، ایک دن جب وہ رانی چن نما کے محل میں تھا، اور دونوں ہنسی مذاق کی باتیں کر رہے تھے، رانی کو اپنے بچپن کی کوئی بات یاد آ گئی اور وہ بے تحاشہ زور زور سے ہنسنے لگی۔ اس نے راجا کے سوال کا جواب بھی نہیں دیا۔ راجا اس کی اس اچانک ہنسی سے پریشان ہو گیا۔ اسے غصہ آ گیا اور وہ خاموشی سے اٹھ کر محل سے باہر چلا گیا۔ اس کے بعد سے اس نے رانی کے محل میں جانا ہی چھوڑ دیا۔

چن نما دیوی ایک رحم دل عورت تھی اور ہر شخص اس کو پسند کرتا تھا۔ جب یہ خبر شہر میں پھیلی تو لوگ رانی کے لیے افسوس کرنے لگے۔ تینالی رمن بھی رانی چن نما کو بہت پسند کرتا تھا۔ اس نے پتا لگایا تو اس دن چن نما دیوی کے محل میں جو واقعہ ہوا تھا، اس کو معلوم ہو گیا۔

اس نے رانی سے کہا ''ماں! ایک ایسی چال میرے پاس ہے جس کے ذریعے راجا کے دل میں تبدیلی آ سکتی ہے اور وہ تم کو پہلے ہی کی طرح چاہنے لگ سکتا ہے۔ اگلے چند دنوں میں تم میرا کمال دیکھ سکتی ہو۔'' کچھ دن

بعد تینالی رمن، راجا کے پاس گیا اور اس سے بولا کہ میں زیارت کے لیے کاشی جا رہا ہوں اور وہاں سے کچھ دنوں کے بعد واپس آؤں گا۔ اس نے راجا سے کچھ رقم لی اور چلا گیا۔

کاشی جانے کے بجائے تینالی رمن نے کچھ دن ایک گاؤں میں گذارے۔ اس نے وہاں دھانوں کے چند بیج سونے کے بنوائے اور وجے نگر لوٹ آیا۔ وہ شہر کے باہری حصے میں ٹھہرا اور راجا کو پیغام بھجوایا کہ وہ کاشی سے واپس آ گیا ہے۔

راجا کچھ درباریوں اور گاجے باجے کے ساتھ تینالی رمن کے پاس گیا تاکہ زیارت سے واپس آنے پر، اس کی عزت افزائی کرے۔ اس کے ساتھ شہر لوٹتے ہوئے راجا نے پوچھا "رمن! تم بہت دور تک سفر میں گئے ہو کیا تم نے وہاں کوئی عجیب چیز بھی دیکھی؟"

"راجاؤں کے راجا! کاشی میں نتیا نند سوامی نام کا ایک جوگی ہے۔ میں نے سنا کہ اس کے پاس سونے کے دھان کے بیج ہیں۔ میں نے اس کی خوشامد کر کے چند بیج حاصل کر لیے ہیں۔ اگر ہم یہ بیج زمین میں بودیں تو شاید ہم سونے کے دھان پیدا کر سکیں"۔ اس نے کہا۔

ایک مبارک دن، تقریب کا انتظام کیا گیا اور سب لوگ کھیت پر پہنچے تاکہ وہاں سونے کے دھان کے بیج بوئے جائیں۔ شہر کے عام لوگ بھی یہ تماشہ دیکھنے پہنچ گئے۔

تینالی رمن نے کہا۔ "مہاراج! ان بیجوں کے بونے کی ایک چھوٹی سی شرط ہے۔ یہ بیج تبھی اُگیں گے جب ان کو کوئی ایسا شخص بوئے جو بغیر کسی خاص وجہ کے، اپنی زندگی میں کبھی زور سے نہ ہنسا ہو۔" اس نے کسی ایسے شخص کو آنے کے لیے کہا جو اس شرط کو پورا کرتا ہو۔

چوں کہ اس طرح کا کوئی آدمی آگے نہیں آیا۔ اس لیے تینالی رمن نے خود راجا سے درخواست کی کہ آپ ہی یہ بیج بوئیں۔ اس نے کہا۔ "مہاراج! مجھے یقین ہے کہا آپ اپنی زندگی میں کبھی زور زور سے نہیں ہنسے ہوں گے۔ اس لیے اگر آپ یہ بیج بودیں تو وہ ضرور اُگیں گے"۔

راجا نے جواب دیا "ایسا کوئی آدمی ہو ہی نہیں سکتا جو کبھی زور سے نہ ہنسا ہو۔ ہر آدمی کبھی نہ کبھی زور سے ہنستا ضرور ہے۔ میں خود بھی کئی بار بغیر کسی خاص وجہ کے، زور سے ہنسا ہوں"۔

"پھر آپ اپنی رانی چن نمّا دیوی کو کیوں نہیں بلا بھیجتے؟ میرا خیال ہے کہ وہ زور سے کبھی نہیں ہنسی ہوں گی۔ آپ انہی سے یہ بیج بوائیے"۔

"ہر ایک شخص ہنستا ہے رمن! چن نمّا دیوی بھی اس سے الگ نہیں ہیں۔" راجا نے جواب دیا۔ تینالی رمن کو اب اپنی بات کہنے کا موقع مل گیا۔ "مہاراج! اگر ہر شخص کسی نہ کسی وقت زور سے ہنستا ضرور ہے، تو یہ کیا آپ کی

ناانصافی نہیں ہے کہ اسی بات پر ناراض ہوکر آپ نے رانی سے بات کرنا اور اس کے پاس جانا چھوڑ دیا؟

راجا نے محسوس کیا کہ وہ واقعی چن نمّا دیوی سے بلا کسی خاص وجہ کے ہی ناراض ہوا۔ اس نے تینالی رمن کا شکریہ ادا کیا اور کہا ''رمن! تم نے میری غلطی کی طرف اشارہ کر کے بڑا نیک کام کیا ہے۔'' اس نے رانی چن نمّا سے پہلے ہی کی طرح پیار کرنا شروع کر دیا۔

رانی کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہ تھا۔ وہ تینالی رمن کی بیحد احسان مند ہوئی۔

بالو کھانا

کبھی کبھی تینالی رمن کی شرارتیں بہت آگے بڑھ جاتی تھیں اور وہ راجا سے بھی مذاق کر بیٹھتا تھا۔

ایک مرتبہ کرشنا دیورایا کے پاس بہت اچھی شکر کے کچھ بورے، کسی دور دراز جگہ سے آئے۔ اس نے ان کو دھوپ میں سوکھنے کے لیے پھیلا دیا۔ جب راجا اس کام کو دیکھ رہا تھا، تو تینالی رمن اس کے پاس آیا اور بولا۔
''مہاراج! یہ کیا چیز ہے اور یہ کیوں دھوپ میں سکھائی جا رہی ہے''؟

راجا کو اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں تینالی رمن کوئی شرارت نہ کر بیٹھے، اس لیے اس نے کہا۔

''یہ ایک قسم کی بالو ہے''۔ تینالی نے سر ہلایا۔ گویا اس نے راجا کی اس بات کا یقین کر لیا ہے اور واپس چلا گیا۔

راجا ہنستا ہوا محل میں چلا گیا اور رانیوں سے کہا کہ اس نے تینالی رمن کو بے وقوف بنا دیا اور شکر کو بچا لیا۔

راجا کی یہ بات سن کر، اس کی رانیوں نے کھڑکی سے باہر جھانکنا شروع کر دیا۔ انھوں نے دیکھا کہ تینالی رمن اور اس کا لڑکا شکر کے پاس بیٹھے ہیں اور منہ بھر بھر کر شکر پھانک رہے ہیں اور اس کو تیزی سے نگل رہے ہیں۔ وہ سب قہقہہ مار کر ہنسنے لگیں۔

راجا محل سے باہر نکل کر تینالی رمن کے پاس گیا اور ناراض ہو کر بولا ''تم یہاں کیا کر رہے ہو؟''

''مہاراج! میں کیا بتاؤں! میری بھینس، جس کو میں نے بڑے پیار سے پالا تھا، مرگئی ہے۔ یہ سوچ کر میرا دکھ بہت بڑھ گیا ہے کہ اب میں اور میرے بیٹے دودھ کو ترس جائیں گے، اسی لیے ہم لوگ رو رہے ہیں اور غم

میں بالو پھانک رہے ہیں"۔

راجا اس بات کو جانتا تھا کہ شدید غم اور مایوسی میں لوگ اپنے منہ میں مٹی ڈال لیتے ہیں تا کہ دکھ کے جھروکے کو بند کیا جاسکے۔

تینالی رمن کی ذہانت اور ظرافت نے راجا پر اثر کیا۔ اس نے شکر کو پھر سے بوروں میں بھروا کر ان کو محل کے اندر پہنچوا دیا۔

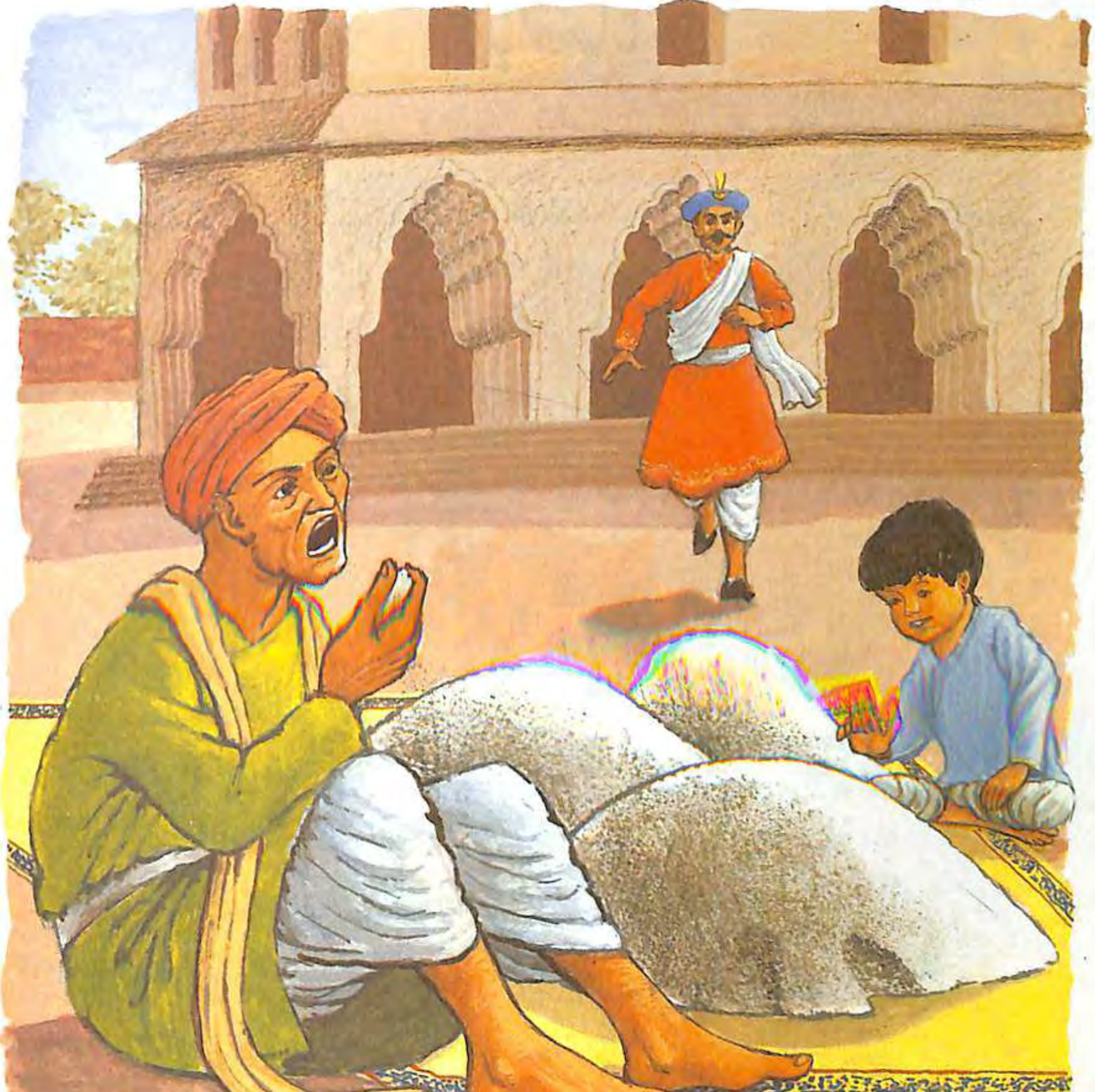

ایک گھوڑا جو بال کھاتا ہے

کرشنا دیورایا کو اس کے جاسوسوں نے خبر دی کہ دشمن، وجے نگر پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔ راجا نے اپنے وزیرِ اعظم تِمّا روسو سے مشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ اپنی فوج کو اور زیادہ مضبوط کیا جائے۔ فوج کی مدد کے لیے اس کے پیچھے گھوڑوں کی ایک بٹالین لگائی جائے۔ راجا کے ملازموں نے دور دراز کی ریاستوں کا سفر کر کے بہترین گھوڑے خریدے اور ان کو راجدھانی لائے۔ راجا نے ایک طاقتور مسلم سردار کو گھوڑوں کی دیکھ بھال کے لیے ملازم رکھا۔

راجا کے حکم کے مطابق دربار کے ہر آدمی کو ایک گھوڑا دیا گیا اور پچیس سونے کے سکّے ہر ماہ اس کی پرورش کے لیے دیے جانے لگے۔ دوسرے لوگوں کی طرح تینالی رمن نے بھی راجا سے ایک گھوڑا لیا اور اس کی پرورش کا وعدہ کیا۔ وہ گھوڑے کو لے کر اپنے گھر آ گیا۔

اس نے اپنے جانوروں کے باڑے میں ایک بہت چھوٹی سی کوٹھری میں گھوڑے کو ڈال دیا اور اس کے دروازوں کو بند کر دیا۔ کوٹھری اتنی تنگ تھی کہ گھوڑے کے لیے دائیں بائیں بھی گھومنے کی جگہ نہ ملتی تھی۔ اس میں ہوا، اوپر کے ایک سوراخ سے آتی تھی۔ گھوڑے کے منہ کے ٹھیک سامنے اس نے ایک سوراخ بنا دیا تھا جس سے وہ اس کو ہر دن مٹھی بھر گھاس کھلا دیتا تھا۔ اس مٹھی بھر گھاس کے سوا اس کو کوئی اور کھانے کی چیز اور پانی بھی نہیں ملتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گھوڑے کی ہڈیاں نکل آئیں اور معلوم ہوتا تھا کہ اب یہ جلد ہی مرنے والا ہے۔ اس درمیان تینالی رمن، پچیس سونے کے سکّے ہر ماہ سرکاری خزانے سے حاصل کرتا رہا اور اس کو مزے سے اپنے خاندان کی ضرورتوں پر خرچ کرتا رہا۔

تین مہینے کے بعد راجا نے اپنے سب گھوڑوں کو دیکھنا چاہا کہ کیسے ان کی پرورش کی گئی ہے۔ اس نے ہر ایک کو اپنا گھوڑا لے کر دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔

تینالی رمن کو چھوڑ کر، باقی سب درباریوں نے راجا کے حکم کی تعمیل کی اور اپنے اپنے گھوڑوں کو لا کر دربار کے میدان میں ایک لائن میں کھڑا کر دیا تا کہ راجا ان کا معائنہ کر سکے۔

تینالی رمن کا گھوڑا نہ دیکھ کر راجا نے اس کو بلا بھیجا۔ جب تینالی رمن آیا تو راجا نے اس سے جواب طلب کیا" آخر کیا بات ہے کہ میں یہاں پر تمھارا گھوڑا نہیں دیکھ رہا ہوں؟"

تینالی رمن نے حسبِ معمول بڑے ادب سے جواب دیا۔ "مہاراج! میں کیا کروں! میرا گھوڑا بہت مضبوط اور

ضدی ہو گیا ہے۔ میں اس کو نہیں لا سکا۔ میرے ساتھ کسی طاقتور آدمی کو بھیج دیجیے جو گھوڑے کو یہاں تک لا سکے۔"

اس کے اس جواب سے کسی قدر حیرت زدہ ہو کر راجا نے کہا۔ "کیا واقعی تم نے گھوڑے کو اتنا ضدی اور طاقتور بنا دیا ہے؟"

ہاں! جناب! تھوڑی دیر میں آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ میں اس کے بارے میں خود کیا کہوں"۔ راجا نے مسلم سردار کو، جو گھوڑوں کی دیکھ بھال کے لیے ملازم رکھا گیا تھا، حکم دیا کہ جا کر تینالی رمن کے گھوڑے کو لے آئے۔

وہ تینالی رمن کے ساتھ اس کے گھر گیا اور کہا کہ گھوڑا کہاں ہے! تینالی رمن نے اس کو کوٹھری کا راستہ بتاتے ہوئے کہا کہ وہ اسی کوٹھری میں ہے۔ اس پر کنٹرول پانے میں ناکام رہنے پر میں نے اس کو اس کوٹھری میں بند کر دیا ہے۔ پہلے آپ اس کو ایک نظر دیکھ لیں اور پھر اس پر سوار ہو کر دربار کو چلے جائیں۔

مسلم سردار بہت طاقتور اور مضبوط آدمی تھا اور اس کی ایک بہت لمبی داڑھی تھی۔ گھوڑے کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے اس نے کوٹھری کے سوراخ میں اپنا سر ڈال دیا۔ گھوڑا اس وقت سخت بھوکا تھا اور اس مٹھی بھر سوکھی گھاس کا انتظار کر رہا تھا جو اسے ہر روز اسی وقت ملا کرتی تھی۔ اس نے سردار کی داڑھی کو گھاس کا مٹھا سمجھ کر اس کو کھینچ لیا اور منہ سے چبانے کی کوشش کرنے لگا۔ سردار نے پہلے تو بل کھاتے ہوئے اور پھر ہاتھ پاؤں مار کر اپنی داڑھی، اس کے چنگل سے چھڑانے کی کوشش کی لیکن بھوکے گھوڑے کی گرفت بہت مضبوط تھی۔

اب مسلم سردار نے تکلیف کی وجہ سے زور زور سے چلانا شروع کر دیا "ہائے اللہ! کتنا ضدی گھوڑا ہے۔ میری داڑھی گھسیٹ رہا ہے تا کہ میرا سر میرے بدن سے الگ ہو جائے۔ مجھے بچاؤ۔ مجھے بچاؤ"۔

اس درمیان گھوڑے نے داڑھی کے بال نوچ نوچ کر کھانا شروع کر دیا لیکن داڑھی کو پھر بھی نہیں چھوڑا۔ یہ خوفناک نظارہ دیکھ کر خوفزدہ ملازمین دوڑ کر راجا کے پاس گئے اور اس کو سارا ماجرا سنایا۔ راجا نے کچھ آدمیوں کے ساتھ بہت تیزی سے تینالی رمن کے گھر کا راستہ لیا اور حکم دیا کہ مسلم سردار کی داڑھی کاٹ دی جائے۔ اس طرح بیچارے مسلم سرادر کی جان بچی اور پھر کسی کی کہ ہمت نہیں ہوئی کہ وہ سوراخ کے اندر جھانک سکے۔ جب راجا نے کوٹھری کا دروازہ کھلوایا تو اس نے اس بیچارے گھوڑے کو بہت تنگ کوٹھری میں دیکھا جو اب بالکل مرنے کے قریب پہنچ چکا تھا۔ گھوڑے کی حالت قابل رحم تھی جس سے راجا سخت ناراض ہوا اور اس نے تینالی رمن سے پوچھا "کیا تم کو معلوم نہیں کہ کسی جانور کو بھوکا مارنا اور ریاست کو نقصان پہنچانا ایک خطرناک جرم ہے؟ تم نے وہ ساری رقم ہڑپ کر لی جو میں نے تمھیں گھوڑے کی پرورش اور دیکھ بھال کے

لیے دی تھی۔

تم نے اس کو پیٹ بھر کر چارہ بھی نہیں دیا، اچھی طرح پرورش کرنے کی بات تو الگ رہی۔ تم کو آخر ایسا کرنے کی ہمت کیسے ہوئی؟''

تینالی رمن نے جواب دیا۔ ''مہاراج! چوں کہ میں نے گھوڑے کو بھوکا رکھا، اس لیے آج سردار کی جان بچ گئی۔ آپ نے دیکھا نہیں کہ یہ گھوڑا کتنا سرکش اور ضدّی ہے؟ میں اس کو تھوڑا سا سدھا سکا تو محض اس کو بھوکا رکھ کر۔''

تینالی رمن کا یہ ذہانت آمیز جواب سن کر راجا کو لطف آ گیا اور اس نے رمن کو معاف کر دیا۔ اس نے مسلم سردار کو کچھ رقم دے کر اس کی تکلیفوں کو بھی کسی حد تک دور کر دیا۔"

جھاڑیوں میں ایک بھلا آدمی

شہر میں یہ خبر بہت دور تک پھیل گئی کہ تینالی رمن کو راجا کرشنا دیو رایا سے بہت سے انعامات، تحفے اور بھاری دولت ملی ہے جس سے وہ بہت امیر ہو گیا ہے۔ لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ اس کا مکان قیمتی ساز و سامان، زیورات اور سونے کے سکّوں سے بھر گیا ہے۔ چوروں نے بھی سوچا کہ اگر وہ اس کے گھر میں گھسنے میں کامیاب ہو گئے تو بڑی دولت ہاتھ لگے گی۔ ایک رات ایک چھوٹے چور نے، جو اس کے مکان میں نقب لگا کر داخل ہونے کی ہمت نہ کر سکا، اس کی دولت چُرانے کے لیے ایک نئی چالبازی پر غور کیا۔ چوں کہ نئے چاند کی رات آنے کو تھی، اس لیے اس نے سوچا کہ اندھیرا ہونے کے بعد وہ رمن کے مکان میں چپ چاپ داخل ہو کر کسی محفوظ کونے میں چھپ جائے گا۔ رات میں جب گھر کے لوگ کھانا کھا کر سونے کے لیے چلے جائیں گے تو وہ زیورات اور رقم لے کر آسانی سے فرار ہو جائے گا۔ یہ پلان بنا کر وہ شام کو تینالی رمن کے مکان پر آ گیا اور اس کے پائین باغ میں ایک گھنی جھاڑی کے پیچھے چھپ گیا۔ تینالی رمن اس شام جب گھر آیا تو اس نے پائیں باغ میں جھاڑیوں کے پیچھے ایک انسانی سایہ دیکھا۔ اس نے صحیح طور پر اس آدمی کی اصلیت سمجھ لی اور اس کے ساتھ ایک چال چلنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ بہت دیر تک برآمدے میں بیٹھا رہا اور ادھر سے گزرنے والوں سے خوب بات چیت کرتا رہا جس سے ظاہر ہو کہ وہ چور کی موجودگی سے بے خبر ہے۔

کچھ دیر کے بعد تینالی رمن کی بیوی نے آ کر اس سے کہا کہ کھانا کھانے کا وقت ہو گیا ہے اور اس کو ایک تولیہ دے کر کہا کہ وہ نہا دھو کر تیار ہو جائے۔

تینالی رمن نے درباری لباس اتار کر ایک طرف رکھا اور کمر کے گرد تولیہ لپیٹ کر نہانے کے لیے تیار ہو گیا۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ وہ جھاڑی کے پاس گرم پانی رکھ دے، جس کے پیچھے چور چھپا ہوا تھا۔ اس نے گرم پانی کی کڑھائی، جھاڑی کے پاس رکھ دی اور ایک پیالے میں پانی بھر بھر کر رمن کو دینے لگی۔ وہ اپنی

بیوی سے باتیں بھی کرتا جا رہا تھا اور گرم پانی سے کلّی کر کر کے، اس کو جھاڑی میں اس طرح پھینک رہا تھا کہ پانی چور کے اوپر پڑے۔

چور، جھاڑی کے پیچھے بغیر حرکت کیے بیٹھا رہا اور اس گرم پانی کو یہ سمجھ کر برداشت کرتا رہا کہ اس کو کسی نے دیکھا نہیں ہے، یہاں تک کہ کڑھائی کا پورا گرم پانی ختم ہو گیا۔

آخری بار پیالے سے گرم پانی لے کر رمن نے غرارہ کیا اور پھر یہ پانی اپنی بیوی کے اوپر پھینک دیا۔ تینالی رمن کی اس حرکت سے اس کی بیوی کو غصہ آ گیا اور وہ چیخ کر بولی۔ ''بس، تمھاری بیوقوفی کی حرکت بہت ہو چکی۔ تم دن پر دن بچے ہوتے جا رہے ہو۔ تم نے میرے کپڑوں کو بھگو دیا''۔ تینالی رمن بہت زور سے ہنسا اور اونچی آواز میں بولا۔ ''ایک پیالی پانی سے تم کو غصہ آ گیا اور تم نے سیکڑوں باتیں سنا ڈالیں۔ وہ بیچارہ، مجھے نہیں معلوم کس ماں کا بیٹا ہے، لیکن جھاڑیوں کے پیچھے، وہ بہت بھلا آدمی لگ رہا ہے۔ میں نے پوری کڑھائی کا گرم پانی، کلّی کر کر کے اس کے سر کے اوپر ڈال دیا لیکن اس نے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔''

تینالی رمن کی یہ باتیں سن کر، وہ بیچارہ چور، جھاڑی سے باہر نکل آیا اور تینالی رمن کے پاؤں پر گر کر اس سے معافی مانگی۔

جیسے کو تیسا

کرشنا دیورایا کے بارے میں یہ بات بہت مشہور تھی کہ وہ شاعروں اور پنڈتوں کو بہت پسند کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ مصوّری کا بھی شوقین تھا۔ ایک بار اس کو معلوم ہوا کہ ایک مصور، جس کا نام راجا ورما ہے، اپنے فن کا بہت بڑا ماہر ہے۔ اس نے اس مصوّر کو دربار میں بلایا اور اس سے اپنی قدِ آدم تصویر بنانے کے لیے کہا۔

جب یہ تصویر تیار ہوگئی تو راجا مصوّر سے بہت خوش ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہ راجا اپنے پورے شاہانہ وقار اور حسن کے ساتھ تصویر کے فریم کے اندر زندہ اجاگر ہو گیا ہو۔

اس تصویر کے علاوہ راجا ورما نے ''پُران'' کے بہت سے کرداروں، مردوں اور عورتوں کی تصویریں بھی بڑی نفاست سے بنائیں۔ اس فن میں اپنی مہارت کے لیے وہ بہت مشہور ہو گیا اور کرشنا دیورایا بھی اس کو بہت عزیز رکھنے لگا۔

ایک دن بہت خوش ہو کر کرشنا دیورایا نے مصوّر کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو! جب راجا ورما نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا تو کرشنا دیورایا نے مصوّر کے لیے اپنے محبت کے جذبات سے مغلوب ہو کر کہا کہ میں تم کو اپنا وزیرِ اعظم بناتا ہوں۔

راجا ورما اگرچہ ایک اچھا آدمی اور ماہر فن کار تھا لیکن اس کو ریاست کے انتظام کا کوئی بھی تجربہ نہ تھا۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں اس کے الٹے سیدھے فیصلوں اور خراب بندوبست کی وجہ سے ریاست کا سارا نظام چوپٹ ہو گیا۔ اگرچہ ریاست کے عوام، اس کے خراب انتظام کی وجہ سے کافی ناخوش تھے لیکن وہ راجا سے اس کی شکایت کرنے کی ہمت نہیں کر سکے کیوں کہ ان کو معلوم تھا کہ راجا مصوّر کو بہت پسند کرتا ہے۔

آخر کار شہر کے بڑے بزرگ مل کر تینالی رمن کے پاس گئے اور اس سے مدد کی درخواست کی اور کہا کہ وہ اس

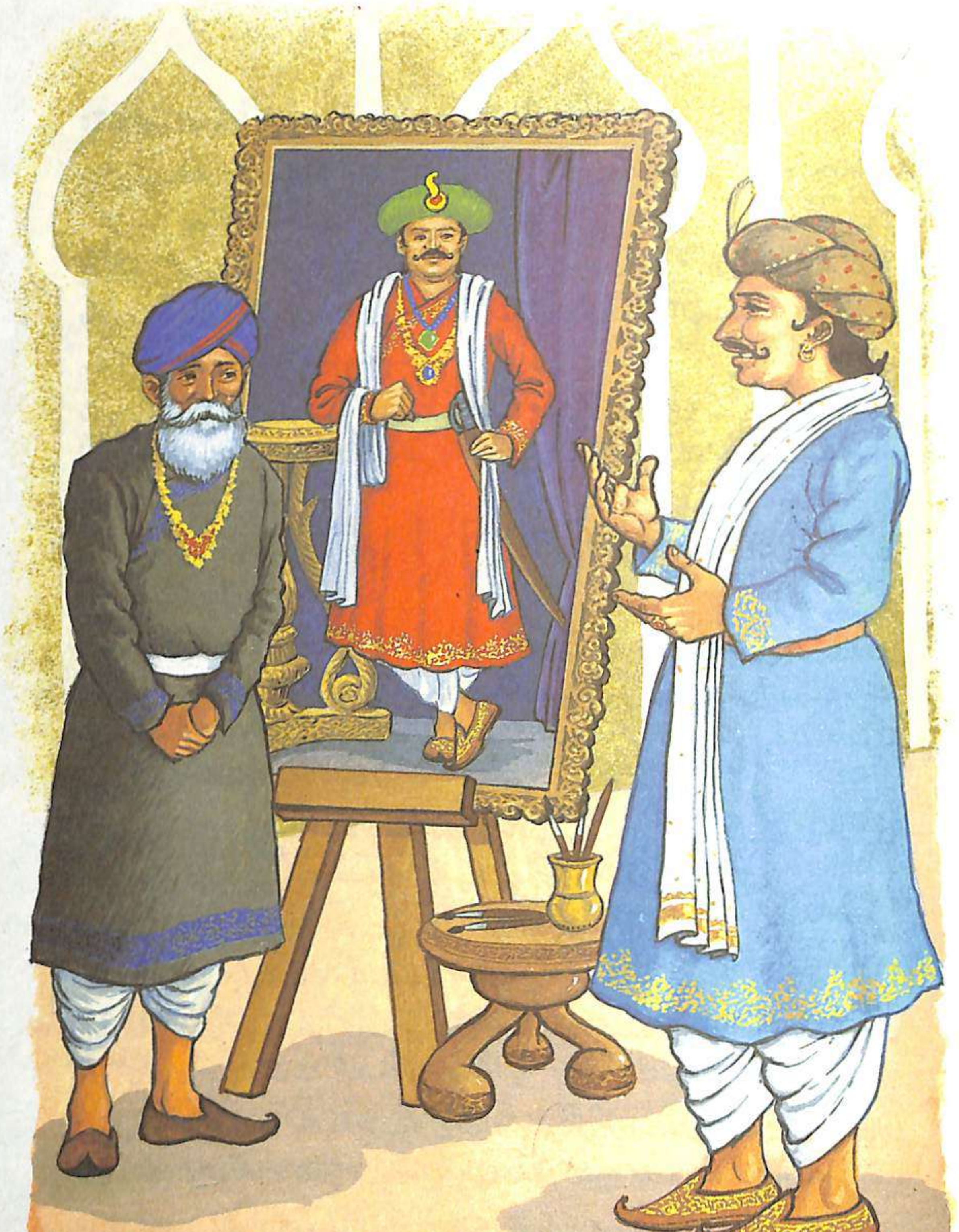

نا قابل اور نا کارہ وزیراعظم سے ریاست کو نجات دلوا دے۔

تینالی رمن نے ان کو یقین دلایا کہ میں بہت جلد کوئی آسان راستہ نکال کر ریاست کو اس مصوّر کی وزارت عظمیٰ سے نجات دلا دوں گا۔

چند ہفتوں کے بعد تینالی رمن نے ایک دن راجا کو معہ اس کی رانیوں اور کچھ درباریوں کے اپنے گھر میں، دوپہر کے کھانے پر مدعو کیا۔ اس درمیان میں اس نے ایک ماہرِ فن بڑھئی کو بلا کر، اس سے راجا کی دعوت کے لیے بہترین اور لذت دار کھانا پکانے کے لیے کہا۔

دعوت والے دن راجا اور اس کے ساتھی، دوپہر کے کھانے پر بیٹھے اور تینالی رمن کے حکم سے وہی بڑھئی، لوگوں کو کھانا پروسنے لگا۔ جیسے ہی ان لوگوں نے پہلا نوالہ منہ میں رکھا، وہ سب ہانپنے اور جھلاّنے لگے اور بار بار پانی مانگنے لگے۔

اس کے بعد راجا کرشنا دیورایا نے خود کھانا چکھا اور پایا کہ کھانا بہت خراب پکا ہے اور اس میں بے حد مرچ ہے۔ وہ غصے میں لال پیلا ہو کر بولا۔

''رمن! یہ کھانا کس نے بنایا ہے؟ کیا تم چاہتے ہو کہ ہم سب یہ خراب کھانا کھا کر بیمار ہو جائیں اور مر جائیں؟'' اپنے فدویانہ انداز میں تینالی رمن نے بڑی ملائمیت سے کہا۔ ''مہاراج! میں آپ سے دست بستہ معافی کا خواستگار ہوں۔ میں نے اتنا ماہرِ فن کار بڑھئی کبھی نہیں دیکھا تھا، اسی لیے میں نے اس کو آج کی دعوت کے لیے کھانا تیار کرنے کا کام سپرد کر دیا۔''

راجا اس کی بات سن کر زور سے ہنسنے لگا اور کہا۔ ''رمن کیا تمھاری عقل پر پانی پڑ گیا ہے! ایک ماہرِ فن کار بڑھئی کو لکڑی کے کام پر رکھا جا سکتا ہے، نہ کہ کھانا بنانے کے کام پر! تم کو یہ احمقانہ خیال سوجھا کیسے؟''

تینالی رمن نے راجا سے بڑی ملائمیت سے پوچھا۔ ''حضور! اگر ایک ماہرِ فن مصوّر، ریاست کا وزیراعظم بن سکتا ہے تو کیا ایک ماہرِ فن بڑھئی کھانا کیوں نہیں پکا سکتا؟''

راجا نے فوراً محسوس کر لیا کہ تینالی رمن نے ایک بڑھئی کو کھانا بنانے کے لیے اس لیے مقرر کیا تا کہ میں اپنی اُس غلطی کو جان سکوں جو میں نے راجاورما کو ریاست کا وزیراعظم بنا کر کی ہے۔

بہرحال راجا کرشنا دیورایا کو راجاورما کو ہٹانے کا تکلیف دہ حکم دینے کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ کیوں کہ تینالی رمن کے مکان پر ہونے والی دعوت کا سارا واقعہ سن کر، اس نے خود ہی اپنے عہدے سے استعفا دے دیا۔

بعد میں راجاورما نے تینالی رمن کو بتایا کہ وہ ایک مصوّر ہی بنے رہنے میں زیادہ خوش ہے۔

اور زیادہ کی مانگ

رنگا سانی، وجے نگر کی ایک بہت ہی خوبصورت اور قابل رقاصہ تھی۔ وہ بڑے بڑے پنڈتوں سے کسی بھی موضوع پر بحث کرسکتی تھی۔ منطق (لاجک) میں تو اس کو کمال حاصل تھا۔

بڑے بڑے امیر آدمی اس کی چوکھٹ پر اس کی ایک نگاہ کے منتظر رہتے تھے۔ اس کے پاس اپنے بزرگوں سے پائی ہوئی بے شمار دولت بھی تھی۔ علم اور دولت دونوں نے اس کا دماغ خراب کر دیا تھا۔

ایک دن وہ شاہی دربار میں پہنچی اور دربار کے شاعروں اور پنڈتوں کو چنوتی دینے لگی۔ اس نے کہا۔ 'مہاراج' میں آپ کے دربار کے شاعروں کو چیلنج کرتی ہوں کہ وہ منطق میں مجھ سے مقابلہ کرلیں اور مجھے شکست دے دیں۔ اگر کسی نے ایسا کر دیا تو میں اس کو اپنی آدھی دولت دیدوں گی اور خود اس کے سامنے سر جھکا دوں گی۔ اگر ان میں سے کوئی مجھے ہرا نہ سکے تو یہ لوگ اپنی شکست تسلیم کرلیں اور میرا کی عزت کرتے ہوئے مجھے رتھ میں بٹھا کر میری سواری نکالیں۔''

کرشنا دیورایا نے اپنے دربار کے شاعروں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا اور پایا کہ یہ سب لوگ ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہے ہیں۔ صرف تینالی رمن ہی ایسا تھا جو اپنی جگہ کھڑا ہو گیا اور کہا کہ میں منطق میں اس سے بحث کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اس کو اس بحث کے لیے ایک ہفتے کا وقت دیا گیا۔

اپنے گھر جاتے ہوئے، تینالی رمن اس جگہ سڑک پر کھڑا ہو گیا جہاں رنگا سانی کا قیام تھا۔ وہ اس عورت کو شکست دینے کا طریقہ سوچنے لگا۔ اس وقت اس کے دو شاگرد بھی اس کے ساتھ تھے۔

انھوں نے دیکھا کہ رنگا سانی لکڑی کا ایک بڑا گٹھر خریدنے کے لیے پھیری والے سے مول تول کر رہی ہے۔ گھر جانے کی جلدی میں پھیری والا لکڑی کے گٹھر کو اس کے دروازے کے باہر چھوڑ کر چلا گیا۔ رنگا سانی کسی ایسے آدمی کی تلاش میں تھی جو اس لکڑی کے گٹھر کو اس کے گھر کے آنگن تک پہنچا دے۔ تینالی رمن نے اپنے ایک شاگرد کے کان میں کچھ کہا اور اس کو رنگا سانی کے پاس بھیج دیا۔

رنگا سانی نے اس کو بلا کر کہا۔ بیٹا ذرا یہ لکڑی کا گٹھر اٹھا کر میرے آنگن تک پہنچا دو۔ میں تم کو کھانے کے لیے تھوڑی سی شکر دوں گی۔"

لڑکے نے کہا۔ ''ذراسی شکر نہیں، میں کھانے کے لیے خوب ساری شکر چاہتا ہوں۔''
رنگاسانی نے اس کی بات مان لی اور لکڑی کا گٹھر اس لڑکے سے، اپنے آنگن میں رکھوالیا۔
کام ختم ہونے کے بعد لڑکے نے اس سے شکر مانگی۔ اس نے تھوڑی سی شکر دے دی تو لڑکے نے کہا۔ ''اور''

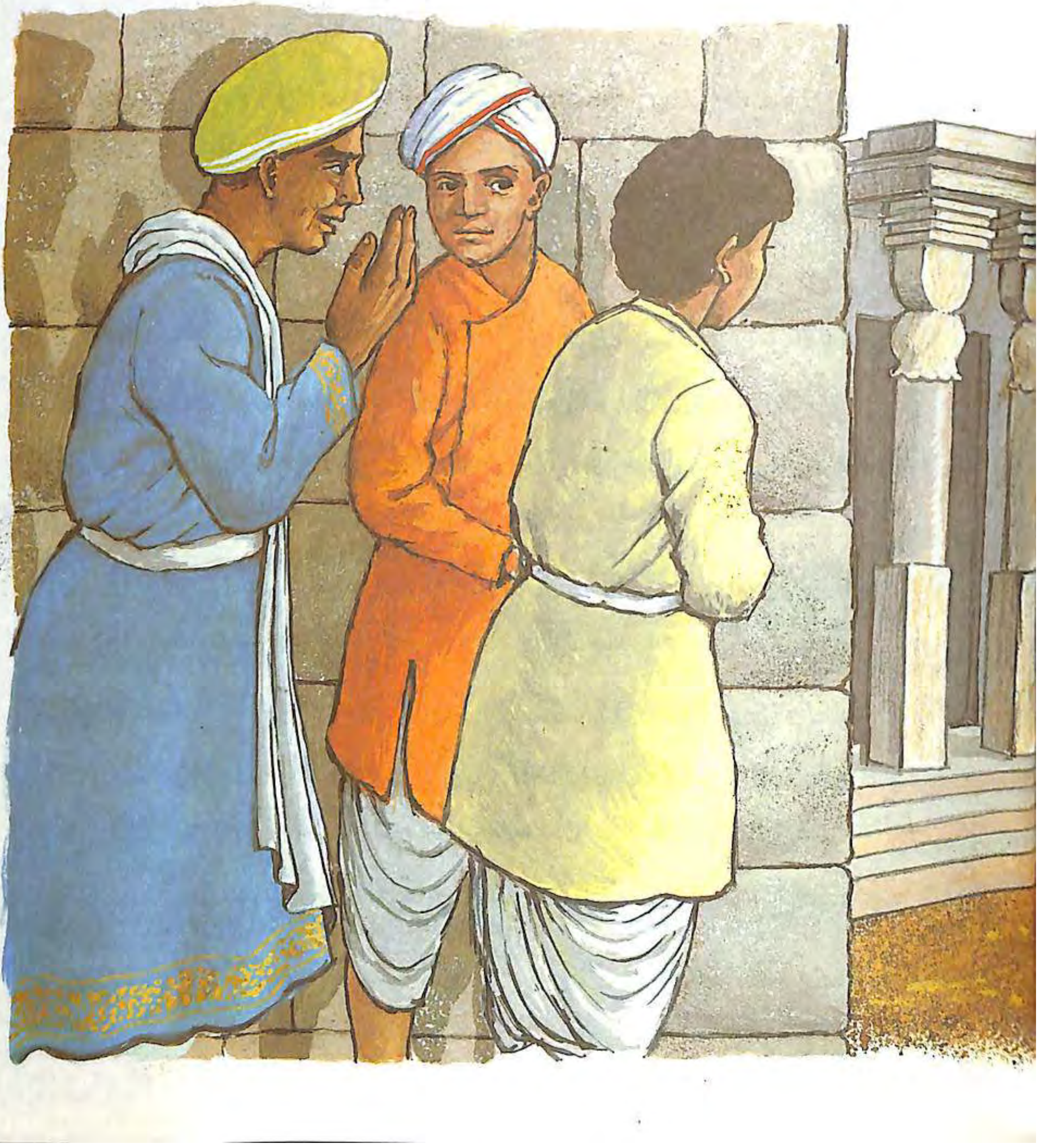

لیکن اب رنگا سانی اس کو جتنی شکر دیتی، وہ اور زیادہ مانگ کرتا۔ اس نے بازار سے بڑی مقدار میں شکر خریدی اور اس کو دیدی۔ اس کے باوجود وہ یہی کہتا رہا ''اور شکر۔''

رنگا سانی کو بہت غصہ آیا۔ وہاں اور بہت سے لوگ آ گئے اور جب انھوں نے تصفیہ کرنے کی کوشش کی، تب بھی لڑکا اپنے اڑیل پن سے یہی کہتا رہا۔ ''اور زیادہ شکر!'' جب وہ لوگ یہ معاملہ سلجھا نہیں سکے تو دربار میں چلے گئے لیکن خود راجا بھی اس معاملے کا تصفیہ نہیں کر سکا۔

پھر راجا نے اپنے درباریوں کی طرف دیکھا اور کہا۔ کیا تم میں سے کوئی شخص اس معاملے کا تصفیہ کر سکتا ہے؟''

تینالی رمن اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور بولا ''اگر رنگا سانی اپنی ہار مان لے اور کہے کہ اس معاملے کو سلجھانا اس کے بس کی بات نہیں ہے، تو میں اس کا تصفیہ کر دوں گا۔''

جب رنگا سانی نے بھرے دربار میں اپنی شکست تسلیم کر لی تو تینالی رمن اس لڑکے کے پاس جا کر بولا۔

''تم کتنی شکر چاہتے ہو؟'' اس نے جواب دیا۔ ''میں اور زیادہ شکر چاہتا ہوں۔''

تینالی رمن نے شکر کا ایک چھوٹا حصہ لیموں کے برابر اٹھایا اور دوسرا بڑا حصہ سنترے کے برابر اٹھایا اور دونوں کو اس کی ہتھیلی پر رکھ کر پوچھا ''ان دونوں میں سے زیادہ شکر کون سی ہے؟''

لڑکے نے فوراً شکر کے بڑے والے حصے کی طرف اشارہ کر دیا۔ جب تینالی رمن نے یہ بڑے حصے والی شکر اس کو دی تو اس نے اسے لے لیا اور خاموشی سے دربار چھوڑ کر چلا گیا۔ پورا دربار تالیوں سے گونج اٹھا۔

اب تینالی رمن نے رنگا سانی سے پوچھا۔ کیا منطق کی بحث میں تمھیں اپنی شکست اب بھی تسلیم نہیں!''

رنگا سانی نے محسوس کیا کہ اس واقعے کی اصلیت کیا تھی۔ ''عظیم شاعر! یہ آپ تھے جس نے میرے ساتھ یہ چال چلی! جیسا کہ میرا وعدہ تھا، میں اپنی آدھی دولت آپ کو دے رہی ہوں۔ آپ اس کو قبول فرمائیے۔''

رنگا سانی نے بڑے وقار کے ساتھ اپنی شکست مان لی۔ کرشنا دیورایا، تینالی رمن کی لاثانی ذہانت سے بہت خوش ہوا، اور سر دربار اس کی تعریف کرنے لگا۔

سونے کا انڈا

وجے نگر میں ایک بہت دولت مند لیکن کنجوس آدمی رہتا تھا اس کا نام گنگایا تھا۔ اس کے پاس بے شمار دولت، زمین کا بہت بڑا قطعہ اور متعدد مکانات تھے۔ اس کے بہت سے لڑکے بھی نہیں تھے جو اس دولت سے فائدہ اٹھا سکتے۔ اگرچہ اس کے ایک ہی لڑکا تھا جو بہت چھوٹا تھا، لیکن نہ تو اس نے کسی کو خیرات دینا پسند کیا اور نہ اپنی دولت کا کوئی حصہ کسی اچھے کام میں خرچ کیا۔

وہ صبح جس وقت نیند سے بیدار ہوتا تو یہی سوچتا کہ کس طرح دھوکا دھڑی سے دوسروں کی دولت چھین لے۔

ایک دن کسی دیہات سے ایک نوجوان اس کے پاس آیا اور کہا کہ وہ اسے اپنے گھر میں کسی کام کے لیے نوکر رکھ لے۔ گنگایا نے اس کو ملازم رکھنا منظور کر لیا لیکن ایک شرط پر۔

''تم کو ہر دن دھان کوٹنا ہوگا۔ باغیچے کے سب برتنوں میں پانی بھرنا ہوگا، میرے جانوروں کو شہر کی ساتوں دیواروں کے باہر چرانا ہوگا اور میرے بچے کو اس وقت تک گود میں کھلانا ہوگا جب تک کہ وہ اس سے چھک نہ جائے۔ اگر تم یہ سب کام نہ کر سکے اور نوکری سے الگ ہونا چاہا تو تم کو مجھے کچھ سونا دینا پڑے گا جو ایک انڈے کے برابر ہوگا۔ اگر میں نے خود سے تم کو اپنی ملازمت سے الگ کر دیا تو اتنا ہی سونا میں تم کو دوں گا۔''

نوجوان بہت سادہ لوح تھا۔ اس نے یہ سب شرطیں مان لیں۔ ان شرائط کو ایک کاغذ پر لکھوا کر اس جگہ پر دونوں نے اپنے اپنے دستخط کر دیے۔

گنگایا نے لڑکے کو ستانے کے لیے ایک اور حرکت یہ کی کہ باغیچے کے برتنوں میں چھوٹا سا سوراخ کر دیا۔ تاکہ وہ برتن کبھی نہ بھر سکیں۔ کام کا اتنا زبردست بوجھ اٹھانے سے ناکام رہنے کی وجہ سے نوجوان بہت دکھی ہو گیا۔

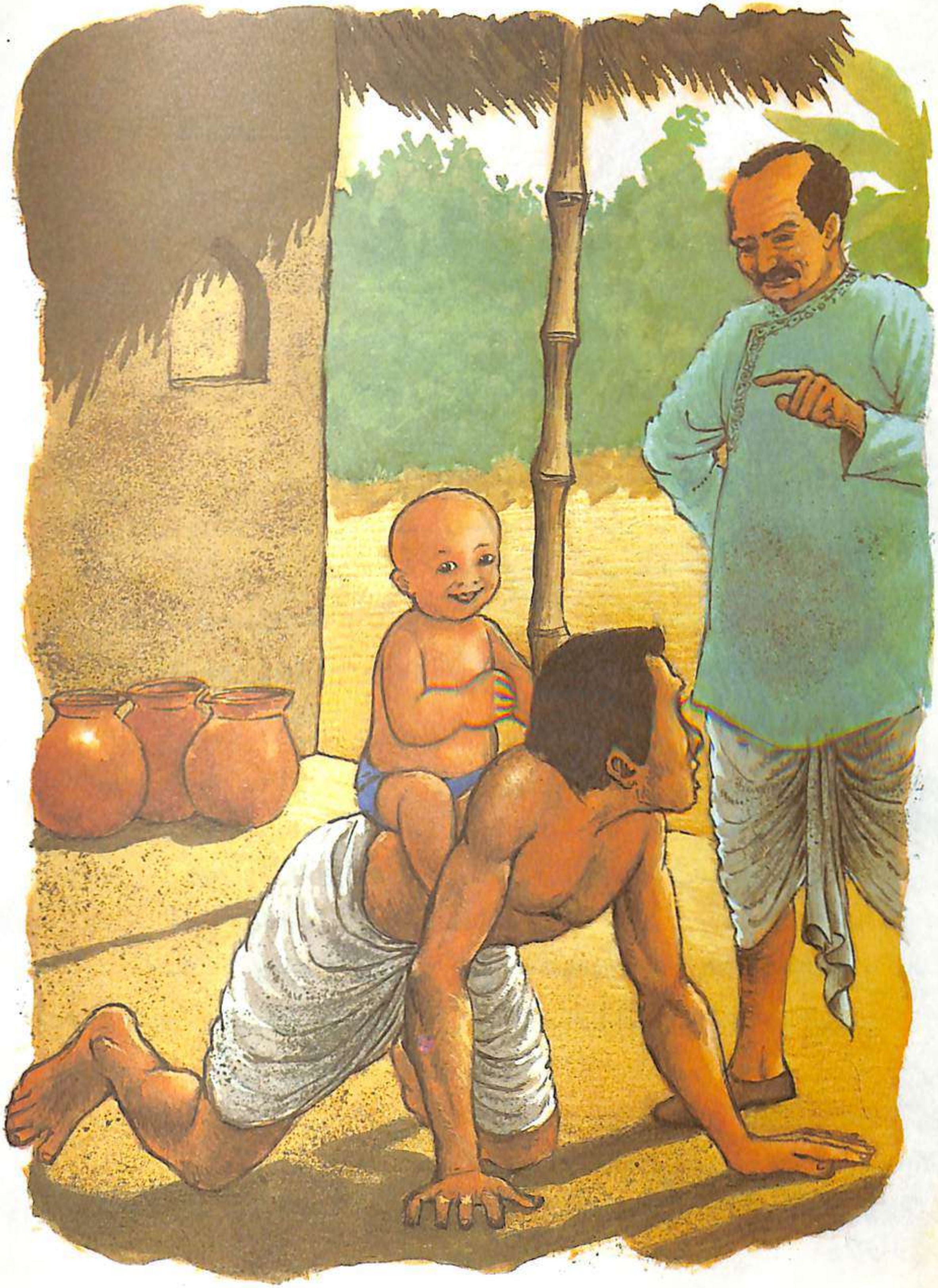

کچھ مہینے گزرنے کے بعد لڑکے کے ماں باپ اس کے بارے میں معلومات کرنے آئے اور اسکو اپنے ساتھ گھر واپس لے جانا چاہا۔

گنگایا نے کہا ''اگر تم لڑکے کو لے جانا چاہتے ہو تو بے شک اس کو لے جا سکتے ہو لیکن شرط کے مطابق اس کو لے جانے سے پہلے تم کو مجھے اتنا سونا دینا پڑے گا جو کہ ایک انڈے کے برابر ہو۔''

غریب ماں باپ کے پاس نہ تو اتنی رقم تھی اور نہ اتنا سونا کہ وہ گنگایا کی مانگ پوری کر سکتے۔ انھوں نے اپنے لڑکے کو لپٹا لیا اور رونے لگے۔

آس پاس کے لوگوں نے جب یہ ماجرا دیکھا تو لڑکے کے والدین کو مشورہ دیا کہ تم راجا کے پاس جاؤ اور اس سے انصاف مانگو۔ اس کے ساتھ ہی تینالی رمن سے التجا کرو کہ وہ تمھارے بیٹے کو اس لالچی آقا کے پنجے سے رہائی دلائے کیوں کہ وہی ایک ایسا عقل مند شخص ہے جو لڑکے کو اس پُر فریب معاہدے سے بچا سکتا ہے۔ لڑکے کے والدین تینالی رمن کے پاس گئے اور اس سے التجا کی کہ وہ ان کے بیٹے کو اس بدمعاش آدمی کے چنگل سے رہائی دلا دے۔

راجا کے دربار میں گنگایا نے معاہدے کے شرائط پر عمل کرنے پر اصرار کیا، جس کا صاف مطلب یہ تھا کہ وہ لڑکے کو جب ہی چھوڑے گا جب اس کو اس کے عوض میں سونا مل جائے۔

تینالی رمن گنگایا کے مکان پر ایک غریب کسان کے بھیس میں گیا اور بولا ''اس نوجوان کی جگہ میں تمھارے گھر میں کام کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اس کو اپنے گھر جانے دو۔ وہ دس دنوں میں واپس آ جائے گا۔ اگر وہ واپس نہیں آتا تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں معاہدے کے مطابق تمھارے گھر میں برابر کام کرتا رہوں گا''۔

گنگایا نے آسانی سے اس کی بات منظور کر لی۔ اب اس کو پرانے نوکر کی جگہ ایک نیا نوکر مل گیا تھا۔ اس کے بعد تینالی رمن نے اپنے مکان پر خاموشی سے اس نوجوان اور اس کے والدین کو کچھ دن اور ٹھہرنے کے لیے کہا اور خود گنگایا کے یہاں کام کرنے لگا۔

دوسرے دن جب گنگایا نے اس سے دھان کوٹنے کے لیے کہا تو اس نے موسل کو دھان پر چند مرتبہ مارا اور گنگایا سے کہا کہ کام پورا ہو گیا۔ جب وہ دوسرے کام کے لیے آیا تو اس نے سب سے پہلے تو مٹی لگا کر برتنوں کے سوراخوں کو بند کیا اور تھوڑا تھوڑا سا پانی ہر ایک برتن میں ڈال دیا۔ جانوروں کو شہر میں اِدھر اُدھر گھما کر فوراً ہی واپس لے آیا اور ان کو کھونٹے سے ان کی جگہوں پر باندھ دیا اور گنگایا سے کہا ''میں نے تیسرا کام بھی پورا کر دیا ہے۔

آخری کام کے لیے وہ گنگایا کے چھوٹے بچے کو ایک طرف لے گیا، خاموشی سے اس کے کولھے میں چٹکی لی اور گنگایا کو اسے واپس دیتے ہوئے بولا۔ ''دیکھو! تمھارا لڑکا گھومنے سے جھک گیا ہے اور چلاّ رہا ہے''۔

گنگایا، تینالی رمن سے عاجز آ گیا اور اس کو ایک دن بھی نوکر رکھنے پر تیار نہیں ہوا۔ اس نے غصے میں رمن سے کہا ''تم! تم میرے گھر میں کام کرنے کے قابل نہیں ہو۔ بھاگ جاؤ!''

تینالی رمن نے معاہدے کی شرط کے مطابق، گنگایا سے ایک انڈے کے برابر سونا طلب کیا۔ گنگایا کو اس سے نجات پانے کے لیے، مجبوراً سونا دینا ہی پڑا۔

تینالی رمن نے اپنے گھر جا کر وہ سونا، نوجوان اور اس کے والدین کو دے دیا جو رمن کی رحم دلی کی تعریف کرتے ہوئے، اپنے گاؤں کو واپس لوٹ گئے۔

تینالی رمن، بہت عرصے تک کرشنا دیورایا کے دربار میں رہا اور وہیں اس نے اپنی مشہور رزمیہ نظم ''پانڈورنگا مہاتمایم اور دیگر کئی نظمیں لکھیں۔ اس نے مجبور اور بے سہارا لوگوں کی مدد کی، راجا کو بحران کے وقت سہارا دیا اور اس کو اپنی غلطیوں کی جانب آہستگی سے متوجہ کیا،

تینالی رمن آج بھی، اپنی رحم دلی، ظرافت، ذہانت اور عقلمندی کی بنا پر یاد کیا جاتا ہے۔

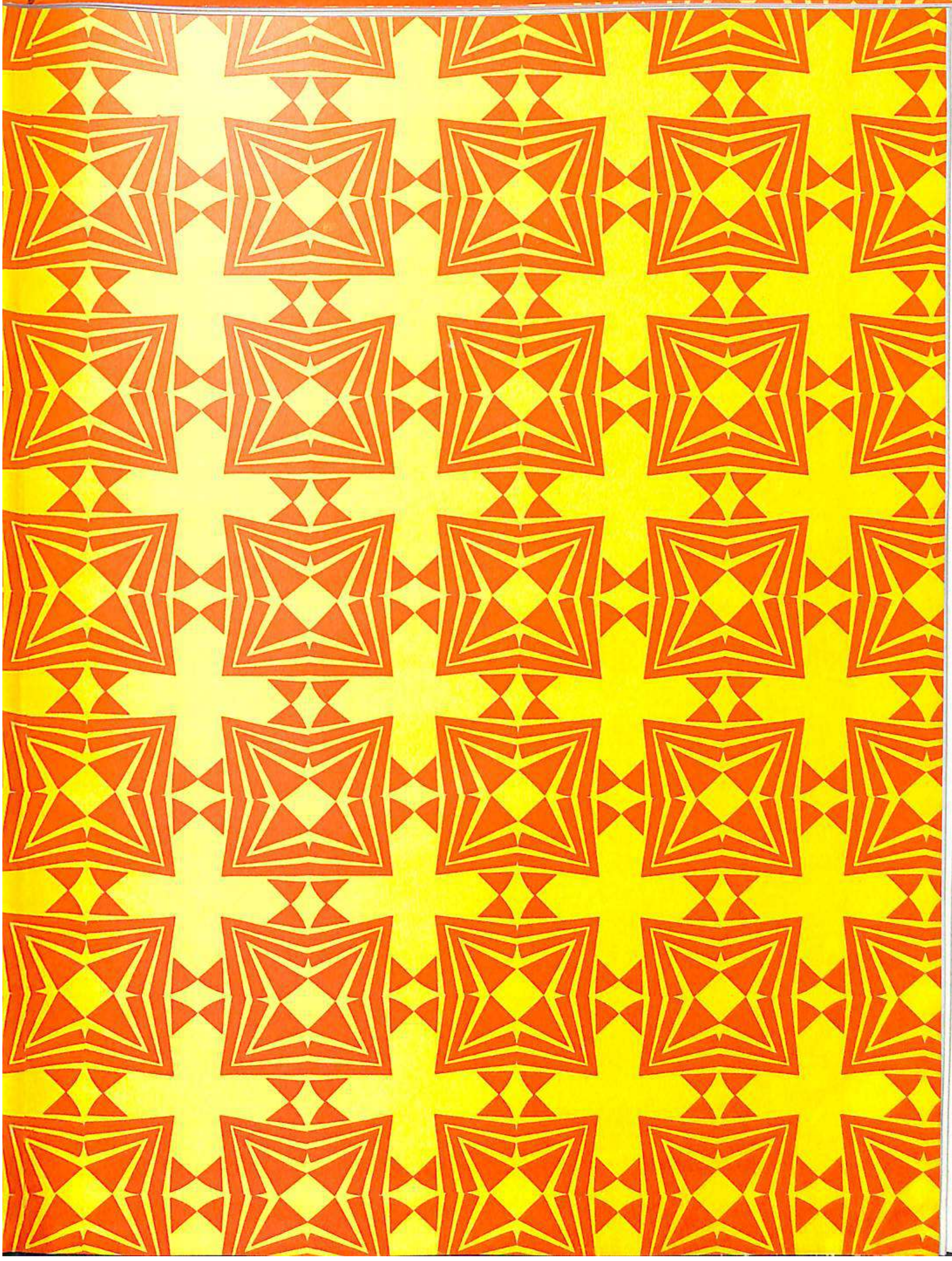

تینالی رمن کی کہانیاں

تینالی رَمن، سولھویں صدی کے شروع میں ان

''اَشٹ دگجوں'' (آٹھ ہاتھیوں) میں سے ایک تھا جو

وجے نگر دربار کے کھمبے بن کر اس کو سنبھالے ہوئے تھے۔

وہ ایک عالم فاضل شاعر، اونچے درجے کا ظریف، دانش منداور بہت خوش تدبیر شخص تھا۔

کرشنا دیورایا کے دربار میں اس نے اکثر خود کو بڑے نازک اور خطرناک حالات میں گھرا ہوا

پایا لیکن اپنی خوش تدبیری سے، وہ بغیر کوئی نقصان اٹھائے، باہر نکل آیا۔

اس نے بہت قابل پنڈتوں، شاعروں اور خود پر فخر کرنے والوں کو ان کی صحیح تصویر دکھائی۔

یہ کہانیاں، اب عام گھروں کی کہانیاں بن گئی ہیں۔

انگریزی ایڈیشن : 2001

اُردو ایڈیشن :2003

تعدادِ اشاعت :3000

© چلڈرن بک ٹرسٹ، نئی دہلی۔

قیمت : 60.00 روپے

This Urdu edition is published by the National Council for Promotion of Urdu Language, M/o. Human Resource Development, Department of Secondary and Higher Education, Govt. of India, West Block-I, R. K. Puram, New Delhi, by special arrangement with Children's Book Trust and Bachchon Ka Adabi Trust, New Delhi and printed at Indraprastha Press (CBT), New Delhi.